حضور نبی کریم ﷺ کے غزوات مبارک پر خوبصورت کتاب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے غزوات

تالیف

محمد حسیب القادری

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

حضور نبی کریم ﷺ کے غزوات مبارک پر خوبصورت کتاب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات

تالیف:
محمد حسیب القادری

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب .... حضور ﷺ کا بچپن

مصنف .... محمد حبیب القادری

پبلشرز .... اکبر بک سیلرز

تعداد 600

قیمت .... -/120 روپے

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی ال محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد وعلی
ال محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی ال ابراھیم
انک حمید مجید

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو پورے جہاں کا اکیلا مالک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی میں نظر ڈالے تو آپ ﷺ کی زندگی ہمیں دو ادوار پر مشتمل نظر آتی ہے یعنی ایک مکی دوز اور دوسرا مدنی دور۔ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے جو زندگی گزاری اُسے ہم مکی دور کہتے ہیں اور ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے جو زندگی مدینہ میں گزاری اُسے ہم مدنی دور کہتے ہیں۔

ہجرت سے پہلے کا دور یعنی مکی دور میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قریش اور اُس کے ساتھیوں نے بہت زیادہ ظلم ڈھائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو ہرگز اجازت نہ تھی کہ وہ مشرکینِ مکہ سے زبان یا ہاتھ سے کسی قسم کا انتقام یا بدلہ لیں بلکہ حکم یہ تھا:

ترجمہ: ”پس معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں نیا حکم فرمائے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

(البقرہ:۱۰۹)

جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد بھی کفار قریش مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے اور اسلام کو مٹانے کی اپنی پوری کوشش کرتے تھے اس کے علاوہ دیگر قبائل کو بھی آپ (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کے ساتھیوں کے خلاف مخالفت پر اُبھارتے تھے۔

مدینہ میں قیام کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو کافروں کے ساتھ

جہاد کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: ''جن لوگوں پر جنگ مسلط کی جائے انہیں (جنگ کی) اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم واقع ہوئے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے ہیں محض اس جرم میں کہ وہ یہ کہتے تھے ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے روکے نہ رکھتا تو راہبوں کی کوٹھڑیوں اور گرجوں اور عبادت گاہوں اور مساجد کو جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم کر دیا جاتا اور اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کی مدد کرے گا، اللہ یقیناً بڑا طاقتور اور بڑا غالب آنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام امور کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔'' (حج ۳۹:۲۲ تا ۴۱)

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: ''ان کافروں سے جہاد و قتال کرو تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے تمہارے ہاتھوں سے۔'' (التوبہ)

الغرض مختصراً یہ کہ حکمِ باری تعالیٰ کے بعد جہاد کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار سپاہیوں نے ہر جنگ میں اپنی بہادری اور شجاعت کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ حضور ﷺ نے اسلامی فنِ جنگ کی بنیاد رکھی۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے مشرکین سے جتنی بھی جنگیں لڑیں وہ بے شمار ہیں اور ان کا تفصیلی جائزہ تو اس کتاب میں نہیں دیا جا سکتا مگر قارئین کی سہولت کے لیے چند غزوات کا مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب قارئین کو بے حد پسند آئے گی۔ والسلام

آپ کا مخلص

حسیب القادری

غزوات

ہر وہ لشکر جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس خود موجود ہوں اسے غزوہ اور غزوات کہتے ہیں اور جس لشکر میں آپ ﷺ خود موجود نہ ہوں بلکہ کوئی فوج روانہ فرمائی ہو اسے بعث اور سریہ کہتے ہیں۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ سریہ یعنی رات میں سیر کرنا ہے اور اہل سیر کی اصطلاح میں لشکر کا وہ ٹکڑا جسے دشمن پر تاخت کے لئے بھیجا گیا ہو سریہ کہتے ہیں۔ صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ سریہ لشکر کا وہ ٹکڑا ہے جو لشکر سے جدا ہو کر جائے پھر اسی لشکر میں لوٹ کر شامل ہو جائے اور ان کی تعداد سو سے پانچ سو تک ہو۔ اور اگر پانچ سو سے زیادہ ہو تو اسے "منسر" (بروزن منبر) کہتے ہیں اور جو آٹھ سو سے زیادہ ہو اسے "جیش" کہتے ہیں اگر چار ہزار سے زیادہ ہو جائے تو "جحفل" (بتقدیم جیم برحا) اور لشکر عظیم کو "خمیس" کہتے ہیں جس میں پانچ ٹکڑے ہوں مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، اور ساقہ، اور کتیبہ اور لشکر وہ ہے جو مجتمع ہو بکھرا ہوا نہ ہو۔

ان غزوات کی تعداد جس میں حضور ﷺ بنفس نفیس شریک ہو کر تشریف لائے ستائیس ہے جیسا کہ مواہب میں ہے اور صاحب روضۃ الاحباب کے قول کے بموجب اکیس اور ایک اور قول کے بموجب چوبیس بھی منقول ہے اس کی وجہ تطبیق بھی بیان کی گئی ہے اور تعجب ہے کہ وہ قول جو صحیح بخاری میں زید بن ارقم سے مروی ہے جو انیس غزوات کا ہے ذکر نہیں کیا گیا ہے نو غزوات ایسے ہیں جن میں قتال واقع ہوا ہے وہ یہ ہیں۔ غزوہ بدر، احد، احزاب، بنو قریظہ، بنو المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔ اور سرایا کی تعداد سینتالیس تھی اور بعض اسے چھپن کہتے ہیں۔

غزوۂ ابواء

(صفر المظفر ۲ ہجری)

سب سے پہلا غزوۂ ابواء کا ہے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ یہ غزوہ دوسرے سال کے اول میں یا پہلے سال کے آخر میں واقع ہوا ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور خود صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ بنی ضمیر کے قافلہ پر جو قریش کا ایک قبیلہ ہے، تاخت کرنے کے قصد سے باہر تشریف لائے اور حامل لواء یعنی جھنڈا اٹھانے والے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تھے۔ جب حضور ﷺ مقام ابواء پہنچے تو قبیلہ بنی ضمیرہ کا سردار مخشی بن عمر ضمیری صلح کے ساتھ پیش آیا حضور اکرم ﷺ بھی صلح پر راضی ہو گئے اور صلح نامہ لکھا گیا پھر وہ قافلہ پندرہ دن کے بعد مکہ مکرمہ لوٹ گیا اس کے بعد اسی منزل ابواء میں اور ایک قول کے بموجب اس سے پہلے ابوعبید رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبد المطلب جو کہ حضور ﷺ کے ابن عم، چچازاد بھائی تھے اور حضور ﷺ سے ان کی عمر دس سال زیادہ تھی اسلام لائے۔

غزوۂ بدر

(۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)

ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا اس غزوہ کو غزوۂ بدر کبریٰ اور "غزوۂ بدرِ عظمیٰ" بھی کہتے ہیں بدر ایک بستی کا نام ہے جو بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ سے منسوب و مشہور ہے اس نے اس جگہ پڑاؤ کیا تھا یا یہ بستی بدر بن حارث سے منسوب ہے جس نے یہاں کنواں کھودا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک بوڑھا شخص مدتوں سے رہتا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس بنا پر اس بستی کو اسی کے نام سے منسوب کر دیا۔ یا اس کا نام اس بناء پر ہے کہ اس کا دائرہ وسیع تھا اور اس کا پانی اتنا صاف و شفاف تھا کہ اس میں بدر کامل نظر آتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات میں یہ بہت عظیم غزوہ تھا کیوں کہ اس کے ذریعہ دین کی عزت و شوکت روشن ہوئی اور اسلام کا ناموس تاباں ہوا، اس دن کو "یوم الفرقان" سے تعبیر کیا گیا ہے کیوں کہ اس سے حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز رونما ہوا تھا فرمایا۔ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔ مطلب یہ کہ مسلمان اور کافر اس دن جمع ہوئے اور اس دن حق تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو غالب فرمایا اور کفر کی بنیادوں کو شکست و پائمال کر کے ذلیل خوار بنایا۔ حالانکہ مسلمانوں کی تعداد کم اور دشمنان دین کی تعداد زیادہ تھی اور کفار جنگ کے پورے ساز و سامان سے لیس ہو کر اتراتے اور تکبر کرتے آئے تھے مگر حق تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو عزت دی اور اپنے دین کو مضبوط و قوی فرمایا اور اس کے جاہ و جلال کے چہرے کو منور و روشن بنایا اور شیاطین کو ذلیل و خوار کر کے ان کو روسیاہ کیا اور اپنے مسلمان بندوں پر اس کا احسان ظاہر کرتے ہوئے فرمایا لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی اور انحالیکہ تم بے سروسامان تھے تاکہ جان لیں کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہے نہ کثرت وقلت کی بنا پر وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ کوئی مدد نہیں مگر عزت والے حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

آغازِ قصہ:۔

شروع رمضان میں رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو شام سے مکہ واپس لارہا ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے۔

آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان کی خبر دی اور فرمایا یہ قریش کا کاروانِ تجارت ہے جو مال واسباب سے بھرا ہوا ہے' تم اس کی طرف خروج کرو' عجب نہیں کہ حق جل وعلا تم کو وہ قافلہ غنیمت میں عطا فرمادے۔

چونکہ جنگ وجدال اور قتل وقتال کا وہم وگمان بھی نہ تھا اس لئے بلا کسی جنگی تیاری اور اہتمام کے نکل کھڑے ہوئے ابوسفیان کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا' اس لئے جب ابوسفیان حجاز کے قریب پہنچا تو ہر راہ گیر اور مسافر سے آپ کے حالات اور خبریں دریافت کرتا' تا آنکہ بعض مسافروں سے ان کو یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اصحاب کو تیرے قافلے کی طرف خروج کا حکم دیا ہے۔ ابوسفیان نے اسی وقت ضمضم غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کو اطلاع کر دے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو لے کر اس قافلہ سے تعارض کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لم اتخلف عن رسول اللّٰه ﷺ فی غزوة غزاها الا فی غزوة تبوك غیر انّی تخلفت عن غزوة بدر ولم یعاتب احد تخلف عنها انما خرج رسول اللّٰه ﷺ یرید عیر قریش حتی جمع

الله بينهم و بين عدوهم على غير ميعاد

"میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے ہوں، مگر غزوہ تبوک کے علاوہ غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا، لیکن غزوہ بدر سے تخلف کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ صرف قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے حسب الاتفاق بلا کسی قصد کے اللہ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔"

روانگی:۔

۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، تین سو تیرہ یا چودہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا، ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے شریک تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پیادہ چلنے کی نوبت آتی ابوالبابہ اور علی رضی اللہ عنہما عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیں ہم آپ ﷺ کے بدلہ میں پیادہ پا چل لیں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور تم سے زیادہ میں خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔

بیرابی عنبہ پر پہنچ کر جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے تمام جماعت کا معائنہ فرمایا۔ جو کم عمر تھے ان کو واپس فرما دیا، روحاء میں پہنچ کر ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر واپس کیا۔

اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں اور دوسرا

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور تیسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

جب مقام صفراء کے قریب پہنچے تو اپنے دو ساتھیوں بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی کو قافلہ ابوسفیان کے تجسس کے لئے آگے روانہ کیا اور ادھر ضمضم غفاری ابوسفیان کا پیام لے کر مکہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ مکہ پہنچ کر ضمضم نے اپنے اونٹ کے ناک، کان کاٹ دیئے۔ کجاوہ الٹ دیا تھا اور اپنی قمیص پھاڑ دی تھی۔ اس ہیبت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار یوں یوں پکار کر کہہ رہا تھا۔

''اے گروہ قریش! قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ محمد اور اس کے اصحاب اس کے سد راہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچا لو گے۔ فریاد! فریاد!''

اس خبر کو سن کر قریش کہنے لگے کہ کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن خضرمی کی مانند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔ غرض قریش جلدی سے نکلے۔ نیز اس خبر کے پہنچنے سے تمام مکہ میں ہل چل پڑ گئی، اس لئے کہ قریش میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا تھا کہ جس نے اپنی پوری پونجی اور سرمایہ اس میں شریک نہ کر دیا ہو، اس لئے اس خبر کے سنتے ہی تمام مکہ میں جوش پھیل گیا اور ایک ہزار آدمی پورے سامان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، ابوجہل سردار لشکر تھا۔

قریش نہایت کروفر اور سامان عیش وطرب کے ساتھ گانے بجانے والی عورتوں، طبلوں اور طبلچیوں کو ساتھ لے کر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ

''اے مسلمانو! تم ان کافروں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے، اپنی قوت اور شوکت کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں۔''

تقریباً تمام سردارانِ قریش شریکِ لشکر ہوئے' صرف ابولہب کسی وجہ سے نہ جا سکا اور اپنے بجائے ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو روانہ کیا۔

عاص بن ہشام کے ذمہ ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور مفلس ہو جانے کی وجہ سے ادا کرنے کی استطاعت نہ رہی تھی' اس لئے قرض کے دباؤ میں ابولہب کے عوض جنگ میں جانا قبول کیا اور اسی طرح امیہ بن خلف ناخلف نے بھی اول اول بدر میں جانے سے انکار کیا لیکن ابوجہل کے جبر اور اصرار سے ساتھ ہولیا۔

امیہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت سے امیہ کے دوست تھے۔ امیہ جب بغرضِ تجارت شام جاتا تو راستہ میں مدینہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس اترتا اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس اترتے' آنحضرت ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مرتبہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ آئے اور حسب دستور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے یہ کہا کہ طواف کرنے کے لئے مجھے ایسے وقت لے چلو جب حرم لوگوں سے خالی ہو۔ امیہ دوپہر کے وقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلا' طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل سامنے سے آگیا اور یہ کہنے لگا' اے ابوصفوان (یہ امیہ کی کنیت تھی) یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے' امیہ نے کہا سعدؓ ہے' ابوجہل نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص اطمینان سے طواف کر رہا ہے۔ تم ایسے بے دینوں کو ٹھکانہ دیتے ہو اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہو۔ اے سعد! خدا کی قسم اگر ابوصفوان یعنی امیہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم یہاں سے صحیح وسالم واپس نہیں جا سکتے تھے' سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو خدا کی قسم میں مدینہ سے تیرا شام کا راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ نے سعد سے کہا تم ابوالحکم (یعنی ابوجہل) پر اپنی آواز نہ بلند کرو، یہ اس وادی کا سردار ہے، سعد نے ترش روئی سے کہا کہ اے امیہ! بس رہنے دے' خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابوجہل حضور پرنور ﷺ کے اصحاب اور احباب کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ امیہ نے کہا

کہ کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا، سعد نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہ تو کہاں اور کس جگہ مارا جائے گا، یہ سن کر امیہ گھبرا گیا اور بہت ڈر گیا اور جا کر اپنی بیوی ام صفوان سے اس کا تذکرہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے یہ کہا واللہ ما یکذب محمد فکاد ان یحدث، خدا کی قسم محمد کبھی غلط نہیں کہتے اور قریب تھا کہ خوف وہراس کی وجہ سے امیہ کا پیشاب اور پاخانہ خطا ہو جائے۔ امیہ پر اس درجہ خوف وہراس غالب ہوا کہ یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی مکہ سے باہر نہ نکلوں گا۔ چنانچہ جب ابوجہل نے لوگوں سے بدر کی طرف نکلنے کو کہا تو امیہ کو مکہ سے نکلنا بہت گراں تھا، اس کو اپنی جان کا ڈر تھا، ابوجہل امیہ کے پاس آیا اور چلنے کے لئے اصرار کیا، ابوجہل نے جب یہ دیکھا کہ امیہ چلنے پر تیار نہیں تو یہ کہا کہ آپ سردار ہیں، اگر آپ نہیں نکلیں گے تو آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نہیں نکلیں گے، غرض ابوجہل امیہ کو چمٹا رہا اور برابر اصرار کرتا رہا، بالآخر یہ کہا کہ اے ابوصفوان! تیرے لئے نہایت عمدہ اور تیز رو گھوڑا خرید دوں گا تا کہ جہاں خطرہ محسوس کرو فوراً اس پر بیٹھ کر واپس آجاؤ، امیہ جانے کے لئے تیار ہو گیا اور گھر میں جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے سفر کا سامان تیار کر دو۔ بیوی نے کہا کہ اے ابوصفوان! تم کو اپنے یثربی بھائی کا قول یاد نہیں رہا، امیہ نے کہا کہ میرا ارادہ تھوڑی دور تک جانے کا ہے پھر واپس آجاؤں گا، پس امیہ اسی ارادہ سے روانہ ہوا اور جس منزل میں اترتا اپنا اونٹ ساتھ باندھتا مگر قضاء و قدر نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا، بدر پہنچا اور میدان قتال میں صحابہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ غرض یہ کہ امیہ کو اپنے قتل کا یقین تھا۔ ابوجہل کی زبردستی سے ساتھ ہو لیا ابوجہل خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ:

روحاء سے چل کر جب آپ ﷺ مقام صفراء پر پہنچے تو بسبس اور عدی نے آکر آپ ﷺ کو قریش کی روانگی کی اطلاع دی۔ اس وقت آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا اور قریش کی اس شان سے روانگی کی خبر دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

سنتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جان نثاری فرمایا اور بسرو چشم آپ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہارِ جان نثاری فرمایا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بہت ہی بہترین تقریر کی جس کا مفہوم یہ ہے:

"یا رسول اللہ (ﷺ)! جس چیز کا اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجیے، ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم بنی اسرائیل کے خلاف یہ کہیں گے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔"

محمد ابن اسحاق کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مقداد نے یہ تقریر مقام صفراء میں فرمائی اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے دن یہ تقریر کی۔ لیکن دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں۔ اول حضرت مقداد نے یہ تقریر صفراء میں آپ ﷺ کے جواب میں کی اور بعد ازاں مختلف مقامات پر لذت حاصل کرنے کے لئے ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے رہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور فرطِ مسرت سے چمک اٹھا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقداد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو قافلہ ابی سفیان کی خبر دی اور فرمایا کہ اگر تم اس کی طرف خروج کرو تو عجب نہیں کہ اللہ

تعالیٰ تم کو غنیمت عطا فرمائے۔ ہم نے عرض کیا' بہتر ہے اور روانہ ہو گئے' جب ایک دو دن کا راستہ طے کر چکے' تب آپ ﷺ نے ہم کو مکہ سے قریش کے روانہ ہونے کی خبر دی اور جہاد و قتال کے لئے تیار ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ بعض لوگوں نے کچھ تامل کیا (کیونکہ گھر سے اس ارادہ سے نہ چلے تھے) حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور اظہارِ جان نثاری فرمایا۔ کاش ہم سب ایسا ہی کہتے جیسا مقداد نے کہا۔ یعنی کاش ابتداءً ہم سب ایسا ہی کہتے اس لئے کہ بعد میں پھر سب نے یہی کیا، دلوں میں سب کے وہی تھا جو حضرت مقداد فرما رہے تھے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جان نثار تقریر:۔

مسند احمد میں باسناد حسن مروی ہے۔

قال اصحاب رسول اللہ ﷺ لا نقول کما قالت بنو اسرائیل و لکن انطلق انت و ربك فقاتلا انا معکم

''رسول اللہ ﷺ کے سب اصحاب نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہ کہیں گے۔ ہم ہر حال میں آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔''

سردار انصار سعد بن معاذ ﷺ نبی اکرم ﷺ کے اس بلیغ اشارہ اور دقیق نکتہ کو سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔

سعد بن معاذ نے اس جواب پر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ ﷺ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت اور جان نثاری کے بارے میں ہم آپ ﷺ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں' یا رسول اللہ آپ ﷺ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔ جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم

فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا جو حصہ آپ ﷺ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ﷺ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور اگر آپ ﷺ ہم کو برک الغماد جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم آپ ﷺ کے ساتھ جائیں گے، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا، ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے، البتہ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ ﷺ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے۔

بدر کے مقام پر پہنچنا:۔

رسول اللہ ﷺ مع اپنے اصحاب کے بدر پہنچ گئے مگر قریش نے پہلے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کرلیا اور مناسب موقعوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ جگہ مناسب ملی۔ ریتلا میدان تھا جہاں چلنا ہی دشوار تھا۔ ریت میں پیر دھنس دھنس جاتے تھے۔ حق جل وعلا نے بارانِ رحمت نازل فرمائی جس سے تمام ریت جم گئی اور پانی جمع کرنے کے لئے مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تاکہ پانی وضو اور غسل کے کام آسکے۔ سورہ انفال میں حق تعالیٰ شانہ نے اس احسان کو ذکر فرمایا ہے۔

"اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم کو پاک کردے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کردے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے قدموں کو جمادے۔"

یہ پانی اگرچہ مسلمانوں نے اپنی ضرورت کے لئے جمع کیا تھا مگر نبی اکرم رحمتِ عالم رافتِ مجسم ﷺ نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اس سے پینے کی اجازت دی۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ اتفاق سے ان کے دو غلام ہاتھ آ گئے، ان کو پکڑ لائے اور دریافت کرنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان غلاموں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کہنے کا کچھ یقین نہ آیا اور یہ سمجھ کر ان کو کچھ مارا کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کا کچھ حال بتلائیں۔ جب ان پر کچھ مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم یہ قریش کے آدمی ہیں (یعنی ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کتنے لوگ ہیں۔ جواب دیا کہ بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد کتنی ہے۔ غلاموں نے کہا ہم کو ان کی شمار اور تعداد معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ سردارانِ قریش میں سے کون کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن الحارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ اور منبہ پسران الحجاج، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود، یہ سن کر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مکہ نے آج اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہاری طرف

پھینک دیا ہے۔ الغرض اس طرح آپ ﷺ نے قریش کا حال معلوم کیا۔

جنت کی تیاری کرنا:۔

جب صبح ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے لڑائی کی تیاری کی اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے آپ ﷺ کے قیام کے لئے ٹیلہ پر ایک چھپر بنایا گیا۔

ترجمہ: ”سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ ﷺ کے لئے ایک چھپر نہ بنادیں جس میں آپ ﷺ تشریف رکھیں اور سواریاں آپ ﷺ کے قریب تیار رکھیں، پھر ہم دشمن سے جا کر مقابلہ کریں۔ پس اگر اللہ نے ہم کو عزت دی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو یہ ہماری عین تمنا ہے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت پیش آئی تو آپ ﷺ سواری پر سوار ہو کر ہماری قوم کے باقی ماندہ لوگوں سے جا ملیں قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں اے پیغمبر خدا ہم ان سے زیادہ آپ ﷺ کے محب نہیں۔ اگر ان کو کسی وجہ سے اس میں بھی یہ گمان ہوتا کہ آپ ﷺ کو جنگ کا سامنا ہوگا تو ہرگز پیچھے نہ رہتے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ ﷺ کی حفاظت فرماتا اور وہ نہایت اخلاص اور خیر خواہی سے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ بعد ازاں آپ ﷺ کے لئے ایک چھپر بنایا گیا آپ اس میں رہے۔

یہ چھپر ایک ایسے بلند ٹیلہ پر بنایا گیا جس پر کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم ہونے والا تھا اس شب میں نبی کریم ﷺ ہم کو میدان کارزار کی طرف لے چلے تاکہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیں چنانچہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ ھذا مصرع فلان غدا انشاء اللہ یہ ہے فلاں کی قتل گاہ صبح کو انشاء اللہ اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کو

بتلاتے رہے۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا کسی ایک نے بھی اس جگہ سے سر مو تجاوز نہ کیا جہاں آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

بعد ازاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے یارِ غار رفیق جان نثار صدیق المہاجرین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عریش (چھپر) میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ صدیق اور سعد بن معاذ چھپر کے دروازے پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں بدر کی شب میں کوئی شخص ہم میں سے ایسا نہ تھا جو سو نہ رہا ہو سوائے آپ ﷺ کی ذات بابرکات علیہ کے کہ تمام شب نماز اور دعا اور گریہ وزاری میں گزاری اور اسی طرح صبح کر دی۔

طلوع فجر ہوتے ہی آپ ﷺ نے یہ آواز دی الصلاة عباد الله اے اللہ کے بندو نماز کا وقت آ گیا۔ آواز کا سننا تھا کہ سب جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی جڑ میں کھڑے ہو کر سب کو نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر اللہ کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی کی ترغیب دی۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے اصحاب کی صفوں کو سیدھا کیا۔ ادھر کفار کی صفیں تیار تھیں۔ ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے کہ ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدانِ فرقان کی طرف بڑھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کیا۔

"اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے پیغمبر کو جھٹلاتا ہے۔ اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے

وعدہ فرمایا اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔"

بعد ازاں آپ ﷺ نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا۔ ترتیب اور صف آرائی کے وقت دستِ مبارک میں ایک تیر تھا۔ صف میں سے سواد بن غزیہ ذرا آگے کو نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے بطور تلطف سواد بن غزیہ کے پیٹ پر تیر کا ایک ہلکا سا کچوکہ دے کر فرمایا استوا یا سواد اے سواد سیدھا ہو جا۔ سواد نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھ کو دردمند کیا اور تحقیق اللہ نے آپ ﷺ کو حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرا بدلہ دے دیجیے۔"

آپ ﷺ نے شکم مبارک سے پیراہن شریف کو اٹھا کر سواد سے فرمایا اپنا بدلہ لے لو۔ سواد رضی اللہ عنہ نے شکم مبارک کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ آپ مسرور ہوئے اور سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کو مرتب اور اس کی صفوف کو صفوفِ ملائکہ کی طرح درست اور ہموار فرما کر عریش میں تشریف لے گئے۔ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ عریش میں داخل ہوئے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر عریش کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔

قریش جب مطمئن ہوئے تو آغاز جنگ سے پہلے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کی جماعت کا اندازہ لینے کے لئے بھیجا۔ عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ارد گرد پھر کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کم وبیش تین سو آدمی ہیں لیکن مجھ کو ذرا مہلت دو کہ یہ دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے اور جماعت تو کہیں کمین گاہ میں چھپی ہوئی نہیں، چنانچہ عمیر گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور ایک چکر لگا کر واپس آئے اور یہ کہا کہ کوئی کمین اور مدد نہیں لیکن اے گروہ قریش! میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں۔ اس قوم کا سوائے ان کی تلواروں کے کوئی پناہ اور سہارا نہیں۔ خدا

کی قسم میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک جب تک اپنے مقابل کو نہ مار لے گا اس وقت تک ہرگز نہ مارا جائے گا۔ پس اگر ہمارے آدمی بھی انہیں کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف ہی کیا رہا۔ سوچ کر کوئی رائے قائم کر لو۔

حکیم بن حزام نے کہا بالکل درست ہے اور اٹھ کر عتبہ کے پاس گیا اور کہا اے ابوالولید! آپ قریش کے سردار اور بڑے ہیں۔ کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا رہے۔ عتبہ نے کہا کیا ہے۔ حکیم نے کہا کہ لوگوں کو لوٹا لے چلو اور عمرو بن حضرمی کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ عتبہ نے کہا میں عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور دیت کا ذمہ دار ہوں، لیکن ابوجہل سے بھی مشورہ کر لو اور کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

اے گروہ قریش! واللہ تم کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ سب تمہارے قرابت دار ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے باپ اور بھائی بنی الاعمام اور بنی الاخوان کے قاتلوں کو دیکھتے رہو گے۔ محمد (ﷺ) اور عرب کو چھوڑ دو۔ اگر عرب نے محمد (ﷺ) کو ختم کر دیا تو تمہاری مراد پوری ہوئی اور اگر اللہ نے ان کو غلبہ دیا تو وہ بھی تمہارے لئے باعث عزت و شرف ہوگا کیونکہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں (ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے) دیکھو میری نصیحت کو ردمت کرو اور مجھ کو سفیہ اور نادان نہ بناؤ۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس آیا، ابوجہل اس وقت زرہ پہن کر ہتھیار سجا رہا تھا۔ میں نے کہا عتبہ نے مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔

ابوجہل سنتے ہی غصہ سے بھڑک اٹھا اور یہ کہا کہ عتبہ اس لئے بھی لڑائی سے جان چراتا ہے کہ اس کا بیٹا ابوحذیفہ مسلمانوں کے ساتھ رہے اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔ خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ جائیں گے جب تک اللہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے مابین فیصلہ نہ کر دے اور عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر یہ کہا کہ یہ تیرا حلیف عتبہ لوگوں کو لوٹا کر لے جانا چاہتا ہے اور تیرے بھائی کا خون تیری آنکھوں کے سامنے ہے۔ عامر نے سنتے

ہی واعمراہ واعمراہ ہائے عمرو ہائے عمرو کا نعرہ لگانا شروع کیا جس سے تمام فوج میں جوش پھیل گیا اور سب لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔

آغازِ جنگ:-

ابو جہل کی طعن آمیز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عتبہ ہتھیار سجا کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور گروہ مشرکین میں سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور للکار کر اپنا مبارز اور مقابل طلب کیا۔

لشکر اسلام میں سے تین شخص مقابلہ کے لئے نکلے۔ عوف اور معوذ پسرانِ حارث اور عبداللہ بن رواحہ۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ ان لوگوں نے کہا رھط من الانصار یعنی ہم گروہ انصار سے ہیں۔ عتبہ نے کہا ما لنا بکم من حاجة یعنی ہم کو تم سے مطلب نہیں ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ایک اور شخص نے للکار کر یہ آواز دی یا محمد اخرج الینا اکفاء نا من قومنا اے محمد! ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار کو حکم دیا کہ صف قتال کی طرف واپس آ جائیں اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم کو نام بنام مقابلہ کے لئے نکلنے کا ارشاد فرمایا۔ حسبِ الارشاد یہ تینوں مقابلہ کے لئے نکلے۔ چہروں پر چونکہ نقاب تھے اس لئے عتبہ نے دریافت کیا تم کون ہو۔ عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں۔ حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں۔ علی نے کہا میں علی ہوں۔ عتبہ نے کہا نعم اکفاء کرام ہاں تم ہماری جوڑ اور برابر کے ہو اور محترم ہو۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی عبیدہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے مقابلہ میں نکلے اور حمزہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے اور علی رضی اللہ عنہ ولید کے مقابل ہوئے۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے تو اپنے اپنے مقابل کا ایک ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا، عبیدہ رضی اللہ عنہ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے

مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بالآخر عتبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پیر کٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے مقابل سے فارغ ہو کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کو پہنچے اور عتبہ کا کام تمام کیا اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کی ہڈی سے خون جاری تھا۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں شہید ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ خداوندی میں فتح کی دُعا کرنا:

عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد میدانِ کارزار گرم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ چھپر سے برآمد ہوئے اور صحابہ کی صفوف کو ہموار کیا اور پھر ابوبکر صدیق کو ساتھ لئے ہوئے عریش (چھپر) میں واپس تشریف لے گئے اور سعد بن معاذ تلوار لے کر چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضور پرنور ﷺ نے جب اپنے اصحاب اور احباب کی قلت اور بے سروسامانی کو اور اعداء کی کثرت اور قوت کو دیکھا تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں مشغول ہو گئے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

"اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدوں کی وفا کی درخواست کرتا ہوں۔

اے اللہ اگر تو چاہے تو تیری پرستش نہ ہو۔"

آنحضرت ﷺ پر خشوع اور خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہِ خداوندی میں کبھی سربسجود و تضرع وابتہال فرماتے اور کبھی سائلانہ اور فقیرانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح اور نصرت کی دعا مانگتے تھے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ دوشِ مبارک سے رداء گر گر پڑتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بدر کے دن کچھ قتال کیا اور آپ ﷺ کی طرف آیا، دیکھا کہ آپ ﷺ سربسجود ہیں اور یا حی یا قیوم کہتے جاتے ہیں۔ میں لوٹ گیا اور قتال میں مصروف ہو گیا اور کچھ دیر بعد پھر آپ ﷺ کی طرف آیا، پھر اسی حال میں پایا، تین مرتبہ اسی حال میں پایا تو چوتھی بار اللہ نے فتح دی۔ (رواہ النسائی والحاکم)

صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب بدر کا دن ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین مکہ ایک ہزار ہیں اور آپ ﷺ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ ہیں تو آپ ﷺ عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے اور مستقبلِ قبلہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے۔

"اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہو گی۔"

دیر تک ہاتھ پھیلائے ہوئے یہی دعا فرماتے رہے کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہو گی۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوشِ مبارک سے گر پڑی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور پیچھے سے آ کر آپ ﷺ کی کمر سے چمٹ گئے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔

"بس کافی ہے۔ تحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح اور آہ وزاری کی۔"

اہل اسلام کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول ہونا:۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اتارے۔ چونکہ اس جنگ میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا۔ اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا، چونکہ شیطان خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کے لشکر کے لوگ بنی مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے،

جیسا کہ دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوئے جیسا کہ علامہ سہیلی اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔

ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ (جو صحابہ بدریین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ بدر کے دن فرشتے زرد رنگ کے عماموں میں اترے۔ شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے زبیر بن عوام سے روایت کیا ہے اور زبیر رضی اللہ عنہ خود بھی بدر کے دن زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

ابوجہل کا اپنے لوگوں کو جوش دلانا:۔

عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل ہو جانے کے بعد ابوجہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر ہمت اور جرات دلائی اور جنگ پر آمادہ کیا۔

"اے لوگو! عتبہ شیبہ اور ولید کے قتل ہونے سے گھبراؤ نہیں۔ ان لوگوں نے عجلت سے کام لیا، قسم ہے لات اور عزیٰ کی ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے جب تک ہم ان کو رسیوں میں نہ باندھ لیں گے۔"

اور اس کے بعد ابوجہل نے اللہ سے یہ دعا مانگی اے اللہ! ہم میں سے جو قرابتوں کا قطع کرنے والا اور غیر معروف امور کا مرتکب ہو اس کو ہلاک فرما اور ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح اور نصرت دے۔

اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو دیکھ لو تمہارے سامنے فتح آ گئی اب اگر آئندہ کو باز آ گئے تو تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہاری جماعت ذرہ برابر کام نہ آئے گی اگرچہ وہ جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور

تحقیق اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔"

دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوجہل کی دعا کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے پروردگار! اگر (خدانخواستہ) یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین میں کبھی تیری پرستش نہ ہوگی۔ ایک طرف ابوجہل دعا مانگ رہا تھا اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ مشغول دعا تھے۔ اس کے بعد فریقین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ عریش (چھپر) سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو جہاد و قتال کی ترغیب دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا کی راہ میں مارا جائے گا حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ شاھت الوجوہ (چہرے خراب ہوئے) پڑھ کر ایک مٹھی سنگریزے قریش کی طرف پھینکے اور صحابہ کو حملہ کا حکم دیا۔ ایک لمحہ کی مہلت اور ایک لحظہ کا وقفہ نہ گزرا کہ اعداء اللہ کے چہروں پر حسی اور معنوی ذلت کا غبار چھا گیا اور آنکھیں ملنے لگے۔ ابن شہاب زہری اور عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشت خاک کی عجب شان بنائی۔ ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔ مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہوگیا اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہوگئے۔

ابوجہل کا قتل:۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا۔ اچانک نظر جو پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے دائیں بائیں انصار میں سے دو نو جوان ہیں۔ اس لئے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ لوگ آکر مجھ کو دو لڑکوں کے درمیان کھڑا دیکھ کر نہ آگھیریں۔ اسی خیال میں تھا کہ ایک نے آہستہ سے کہا: اے چچا! مجھ کو ابوجہل دکھاؤ کہ کونسا

ہے۔ میں نے کہا اے میرے بھتیجے ابوجہل کو دیکھ کر کیا کرو گے۔ اس نوجوان نے کہا: میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ابوجہل کو دیکھ پاؤں تو اس کو قتل کر ڈالوں یا خود مارا جاؤں اس لئے کہ مجھ کو خبر ملی ہے کہ ابوجہل رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر اس کو دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے یعنی کہ پہلے نہ مر جائے۔

ان کی یہ گفتگو سن کر دل سے یہ آرزو جاتی رہی کہ کاش میں بجائے دو لڑکوں کے دو مردوں کے مابین ہوتا۔ میں نے اشارہ سے ابوجہل کو بتایا۔ سنتے ہی شکرے اور باز کی طرح ابوجہل پر دوڑے اور اس کا کام تمام کیا۔

یہ دونو جوان عفراء کے بیٹے معاذ اور معوذ تھے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؓ معاذ بن عمرو بن الجموح سے راوی ہیں کہ میں ابوجہل کی تاک میں تھا۔ جب موقع پڑا تو اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابوجہل کی ٹانگ کٹ گئی۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے) باپ کی حمایت میں معاذ رضی اللہ عنہ کے شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا۔ ہاتھ بیکار ہو کر لٹک گیا مگر سبحان اللہ معاذ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہے۔ جب ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف زیادہ ہونے لگی تو ہاتھ کو قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا کہ وہ تسمہ علیحدہ ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ مگر معوذ بن عفراء ابوجہل سے فارغ ہو کر لڑائی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسیران بدر:۔

بحمد اللہ فتح مبین پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ قریش کے ستر آدمی قتل ہوا اور ستر گرفتار اور

اسیر ہوئے۔ مقتولین کی لاشوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا، مگر امیہ بن خلف کہ اس کی لاش اس قدر پھول گئی تھی کہ جب زرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس لئے وہیں مٹی میں دبا دی گئی۔

جب عتبہ بن ربیعہ کی لاش کنویں میں ڈالی جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عتبہ کے بیٹے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حزن اور ملال کے آثار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوحذیفہ کیا باپ کی اس حالت کو دیکھ کر تیرے دل میں کچھ خیال گزرا ہے۔ ابوحذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم کوئی خیال نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میرا باپ صاحب رائے، حلیم، بردبار اور صاحب فضل تھا۔ اس لئے امید تھی کہ یہ فہم وفراست اسلام کی طرف رہنمائی کرے گی لیکن جب اس کو کفر پر مرتے دیکھا تو رنج ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اس فتح مبین کی بشارت اور خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ قاصد روانہ فرمائے۔ اہلِ عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہ کو اور اہلِ سافلہ کی طرف زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ روانہ ہوئے اور اسیرانِ بدر کا قافلہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ مال غنیمت عبداللہ بن کعب انصاری کے سپرد فرمایا۔

جب آپ ﷺ مقام روحاء میں پہنچے تو آپ ﷺ کو کچھ مسلمان ملے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو اس فتح مبین کی مبارک باد دی۔ اس پر سلمہ بن سلامہ نے کہا: کس چیز کی مبارک باد دیتے ہو۔ خدا کی قسم بڑھیوں سے پالا پڑا۔ رسی میں بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح ان کو ذبح کر کے ڈال دیا۔ (یعنی ہم نے کوئی بڑا کام ہی نہیں کیا جس پر ہم مبارک باد کے مستحق ہوں) رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور یہ فرمایا یہی تو

مکہ کے سادات اور اشراف تھے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:۔

فتح کے بعد آنحضرت ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مال غنیمت عبداللہ بن کعب کے سپرد فرمایا اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ ہنوز مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصحاب بدر مال غنیمت کی تقسیم میں مختلف الرائے ہوگئے۔ جوان یہ کہتے تھے کہ مال غنیمت ہمارا حق ہے کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا۔ بوڑھے چونکہ جھنڈوں کے نیچے رہے اور قتل وقتال میں زیادہ حصہ نہیں لیا وہ یہ کہتے تھے کہ ہم کو بھی مال غنیمت میں شریک کیا جائے۔ اس لئے کہ جو کچھ فتح ہوا وہ ہماری پشت پناہی سے فتح ہوا اگر خدانخواستہ تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی پناہ لیتے اور ایک جماعت کہ جو نبی کریم ﷺ کی حفاظت کررہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول آپ ﷺ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے یعنی مال غنیمت کے مالک حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے نائب ہیں۔ جس طرح مناسب سمجھیں، تقسیم کردیں۔ مقام صفراء میں پہنچ کر آپ ﷺ نے یہ تمام مال مسلمانوں میں برابر تقسیم کردیا۔

غزوہ بنو قینقاع

(۱۵ شوال یوم شنبہ ۲ ہجری)

بنی قینقاع عبداللہ بن سلام کی برادری کے لوگ تھے۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ زرگری کا کام کرتے تھے۔ شوال کی پندرہ سولہ تاریخ کو بروز شنبہ رسول اللہ ﷺ ان کے بازار میں تشریف لے گئے اور سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔

یا معشر یهود احذروا من الله مثل ما نزل بقریش من النقمة واسلموا فانكم قد عرفتم انی نبی مرسل تجدون ذلك فی كتابكم وعهد الله الیكم

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر نازل نہ ہو۔ اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہچانتے ہو کہ میں بالیقین اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔"

یہود یہ سنتے ہی مشتعل ہو گئے اور یہ جواب دیا کہ آپ اس غرہ میں ہرگز نہ رہنا کہ ایک ناواقف اور ناتجربہ کار قوم یعنی قریش سے مقابلہ میں آپ غالب آ گئے۔ واللہ اگر ہم سے مقابلہ ہو تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔ اس پر حق جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ

مَنْ يَّشَاءُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

''تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے ان دو جماعتوں میں کہ باہم ایک
دوسرے سے لڑی، ایک جماعت تو خدا کی راہ میں قتال کرتی تھی اور
دوسری جماعت کافروں کی تھی کہ مسلمانوں کو اپنے سے دو چند دیکھتی
تھی کھلی آنکھوں سے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی امداد سے
قوت دیتے ہیں۔ تحقیق اس میں عبرت ہے اہلِ بصیرت کے لئے''

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ ﷺ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے، مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور نہایت درشتی سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا اور آمادہ جنگ ہو گئے۔

یہ لوگ مضافاتِ مدینہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنے بجائے ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری کو مقرر فرما کر بنی قینقاع کی طرف خروج فرمایا۔ ان لوگوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ شوال سے لے کر غرہ ذی قعدہ تک ان کا محاصرہ فرمایا۔ مجبور ہو کر سولہویں روز یہ لوگ قلعہ سے اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا۔

رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی الحاح وزاری کی وجہ سے قتل سے تو درگزر فرمایا، مگر مال واسباب لے کر جلاوطنی کا حکم دے دیا اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ ایک خمس خود لیا اور چار خمس غانمین پر تقسیم فرمایا۔ بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لیا۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قینقاع سے میرے حلیفانہ تعلقات تھے۔ ان کی اس شرارت اور بدعہدی کو دیکھ کر ان سے تعلق قطع کر لیا اور ان سے تبری اور بیزاری کا

اعلان کیا۔

یا رسول اللہ اتبرأ الی اللہ والی رسولہ واتولی اللہ ورسولہ والمؤمنین وابرا من حلف الکفار و ولایتہم۔

''یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف آتا ہوں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں، اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔''

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے جیسے اللہ اور اس کے رسول اور عباد مومنین کی محبت ضروری ہے، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے عداوت ونفرت، بیزاری اور برأت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

غزوۂ سویق

(۵ ذی الحجہ ۲ ہجری)

بدر سے جب مشرکین کا ہزیمت خوردہ لشکر خائب و خاسر مکہ پہنچا، تو ابو سفیان بن حرب نے یہ قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پر حملہ نہ کرلوں گا اس وقت تک غسلِ جنابت نہ کروں گا۔

چنانچہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شروع ذی الحجہ میں دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا، مقام عریض میں پہنچ کر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ایک کھجور کے باغ میں گھسے، وہاں دو شخص زراعت کے کام میں مصروف تھے۔ ایک شخص انصار میں سے تھا اور دوسرا اجیر تھا دونوں کو قتل کیا اور کچھ درخت جلائے اور سمجھے کہ ہماری قسم پوری ہوگئی اور بھاگ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو بتاریخ ۵ ذی الحجہ یوم یکشنبہ دو سو مہاجرین اور انصار کو لے کر ابو سفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے، مگر کوئی ہاتھ نہ آیا۔ یہ لوگ پہلے ہی نکل بھاگے تھے۔ چلتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے جو تھیلے ہمراہ لائے تھے وہ چھوڑ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کو ہاتھ آئے، اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق ہے یعنی ستو والا غزوہ۔

غزوۂ غطفان

(محرم الحرام ۳ ہجری)

غزوہ سویق سے واپسی کے بعد بقیہ ذی الحجہ آپ ﷺ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (جو کہ قبیلہ غطفان کی شاخیں ہیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں لوٹ ڈالیں اور دعثور غطفانی ان کا سردار تھا۔ ماہ محرم الحرام ۳ھ میں آپ ﷺ نے غطفان پر چڑھائی کی غرض سے نجد کی طرف خروج فرمایا اور مدینہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ غطفانی آپ ﷺ کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ صرف ایک شخص بنی ثعلبہ کا ہاتھ آیا۔ صحابہ نے پکڑ کر اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اسلام لے آیا۔ صفر کا پورا مہینہ وہیں گزرا لیکن کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ بلا جدال وقتال ربیع الاول میں مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں بارش ہوگئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے کپڑے بھیگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑے درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ وہاں کے اعراب آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ اعراب نے اپنے سردار دعثور سے جو ان میں بڑا بہادر تھا یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اصحاب منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر آ۔ دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور برہنہ تلوار لے کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا اے محمد ﷺ بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا، آپ ﷺ نے

فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اس کے سینہ میں مکہ مارا، اسی وقت تلوار اس کے کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور پرنور ﷺ نے اس کو اٹھالیا اور دعثور سے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ پڑھا۔ اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ ﷺ کے مقابلہ کے لئے فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعثور کو تلوار واپس کردی، دعثور تھوڑی دور چلا اور واپس آیا اور یہ عرض کیا واللہ مجھ سے آپ ﷺ بہتر ہیں، دعثور جب اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ جو بات تو کہہ کر گیا تھا وہ کہاں گئی، اس پر دعثور نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا اس طرح غیب سے میرے سینہ میں ایک مکا لگا جس سے میں چت گر پڑا۔ اس طرح گرنے سے میں نے پہچان لیا اور یقین کرلیا کہ وہ مکا مارنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ اس لئے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

"اے ایمان والو! اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ تم پر ہاتھ چلائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دیئے۔"

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی قسم کا واقعہ اور قصہ غزوہ ذات الرقاع میں بھی مروی ہوا ہے۔ واقدی نے اس قصہ کو غزوہ غطفان کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر یہ محفوظ ہے تو یہ دو مختلف قصے ہیں ایک غزوہ غطفان میں پیش آیا اور ایک غزوہ ذات الرقاع میں۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

غزوۂ اُحد

(شوال المکرم ۳ ہجری)

ہجرت کے تیسرے سال کا سب سے بڑا واقعہ "غزوہ احد" ہے۔ "احد" ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا۔ اسی لئے یہ جنگ "غزوۂ احد" کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا خداوند عالم نے تذکرہ فرمایا ہے۔

جنگِ اُحد کا سبب:۔

غالباً آپ پچھلے صفحات میں یہ پڑھ ہی چکے ہونگے کہ جنگ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے اور جو قتل ہوئے ان میں سے اکثر کفار قریش کے سردار، بلکہ تاجدار تھے، اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور قریش کا بچہ بچہ جوش انتقام میں آتش غیظ و غضب کا تنور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بیقرار تھا۔ عرب خصوصاً قریش کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا بڑا قرض سمجھتے تھے جس کو ادا کئے بغیر گویا ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ جنگ بدر کے مقتولوں کے ماتم سے جب قریشیوں کو فرصت ملی تو انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا چاہیے، چنانچہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور امیہ کا لڑکا صفوان اور دوسرے کفار قریش جن کے باپ، بھائی، بیٹے، جنگ بدر میں قتل ہو چکے تھے۔

وہ سب کے سب ابو سفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مسلمانوں نے ہماری قوم کے

تمام سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس کا بدلہ لینا ہمارا قومی فریضہ ہے لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ قریش کی مشترکہ تجارت میں اس سال جتنا نفع ہوا ہے وہ سب قوم کے جنگی فنڈ میں جمع ہو جانا چاہئے اور اس رقم سے بہترین، ہتھیار خرید کر اپنی لشکری طاقت بہت جلد مضبوط کر لینی چاہئے اور پھر ایک عظیم فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کر کے بانی اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہئے۔ ابو سفیان نے خوشی خوشی قریش کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ لیکن قریش کو جنگ بدر سے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ، سمندر کی موجوں سے ٹکرانا، پہاڑوں سے ٹکر لینا بہت آسان ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں سے جنگ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے اس لئے انہوں نے اپنی جنگی طاقت میں بہت اضافہ کرنا نہایت ضروری خیال کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہتھیاروں کی تیاری اور سامان جنگ کی خریداری میں پانی کی طرح روپیہ بہانے کے ساتھ ساتھ پورے عرب میں جنگ کا جوش اور لڑائی کا بخار پھیلانے کے لئے بڑے بڑے شاعروں کو منتخب کیا۔ جو اپنی آتش بیانی سے تمام قبائل عرب میں جوش انتقام کی آگ لگا دیں۔ عمرو جمجی اور مسافع یہ دونوں اپنی شاعری میں طاق اور آتش بیانی میں شہرۂ آفاق تھے ان دونوں نے باقاعدہ دورہ کر کے تمام قبائل عرب میں ایسا جوش اور اشتعال پیدا کر دیا کہ بچہ بچہ "خون کا بدلہ" کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنے اور مارنے پر تیار ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے معزز اور مالدار گھرانوں کی عورتیں بھی جوش انتقام سے لبریز ہو کر فوج میں شامل ہو گئیں۔ جن کے باپ، بھائی، بیٹے، شوہر جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے، ان عورتوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کا خون پی کر ہی دم لیں گے۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کا چچا کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس بنا پر "ہند" نے "وحشی" کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر

اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔

مدینہ منورہ پر چڑھائی:۔

الغرض بے پناہ جوش و خروش اور انتہائی تیاری کے ساتھ لشکر کفار مکہ سے روانہ ہوا اور ابوسفیان اس لشکر جرار کا سپہ سالار بنا حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں رہتے تھے۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر حضور ﷺ کو کفار قریش کی لشکر کشی سے مطلع کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو یہ خوفناک خبر ملی تو آپ ﷺ نے ۵ شوال ۳ھ کو حضرت عدی بن فضالہ رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکوں حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہما کو جاسوس بنا کر کفار قریش کے لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں نے آ کر یہ پریشان کن خبر سنی کہ ابوسفیان کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آ گیا ہے اور ان کے گھوڑے مدینہ کی چراگاہ (عریض) کی تمام گھاس چر گئے۔

جوش و ولولہ اور تیاری مسلمانوں کی:۔

یہ خبر سن کر ۱۴ شوال ۳ھ جمعہ کی رات میں حضرت سعد بن معاذ و حضرت اسید بن حضیر و حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم ہتھیار لے کر چند انصاریوں کے ساتھ رات بھر کاشانہء نبوت کا پہرہ دیتے رہے اور شہر مدینہ کے اہم ناکوں پر بھی انصار کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ صبح کو حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر مشورہ طلب فرمایا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے؟ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار میں سے بڑے بوڑھوں نے یہ رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا جائے یا شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی اس مجلس میں موجود تھا اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر کفار قریش کے حملوں کی مدافعت کی جائے مگر چند کمسن نوجوان جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور

جوش جہاد میں آپے سے باہر ہو رہے تھے وہ اس رائے پر اڑ گئے کہ میدان میں نکل کر ان دشمنان اسلام سے فیصلہ کن جنگ لڑی جائے حضور ﷺ نے سب کی رائے سن کی۔ پھر مکان میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر رہ کر کفار قریش کے حملوں کو روکا جائے مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے، اب تم لوگ خدا کا نام لے کر میدان میں نکل پڑو، اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہو گی۔

(مدارج جلد 2، ص 114)

پھر حضور ﷺ نے انصار کے قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔

یہود کی امداد ٹھکرانا:-

شہر سے نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے۔ جو آپ ﷺ کی امداد کے لئے آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ان لوگوں سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے"۔ (مدارج جلد 2، ص 114)

چنانچہ یہودیوں کا یہ لشکر واپس چلا گیا پھر عبداللہ بن ابی (منافقوں کا سردار) بھی جو تین سو آدمیوں کو لے کر حضور ﷺ کے ساتھ آیا تھا۔ یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد ﷺ نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے، لہٰذا میں ان کا

ساتھ نہیں دونگا۔

عبداللہ بن ابی کی بات سن کر قبیلہ خزرج میں سے "[illegible]" کے [illegible]بیلہ اوس میں سے "بنو حارثہ" کے لوگوں نے بھی واپس لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر ان [illegible] نے لوگوں کے دلوں میں اچانک محبت اسلام کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ ان لوگوں کے قدم جم گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

اب حضور ﷺ کے لشکر میں کل سات سو صحابہ رہ گئے جن میں کل ایک سو زرہ پوش تھے اور کفار کی فوج میں تین ہزار افراد کا لشکر تھا۔ جن میں سات سو زرہ پوش جوان، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور جو لوگ کم عمر تھے، ان کو واپس لوٹا دیا کہ جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام؟

بچوں کا جوش جہاد:

جب حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت چھوٹے ہو، تم ابھی واپس چلے جاؤ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد اونچا نظر آئے، چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل کر لئے گئے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے۔ جب ان کو واپس کیا جانے لگا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رافع بن خدیج کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اس لئے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہئے۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو زمین پر دے مارا۔ اس طرح ان دونوں پرجوش نوجوانوں کو جنگ احد میں شرکت کی

سعادت نصیب ہوگئی۔

حضورِ اکرم ﷺ میدانِ جنگ میں:۔

مشرکین تو ۱۲ شوال ۳ھ بدھ کے دن ہی مدینہ کے قریب پہنچ کر کوہ احد پر اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ مگر حضور اکرم ﷺ ۱۴ شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو بنی بخار میں رہے اور ۱۵ شوال سنیچر کے دن نماز فجر کے وقت احد میں پہنچے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھا کر میدان جنگ میں مورچہ بندی شروع فرمائی۔ حضرت عکاشہ بن محصن اساری کو لشکر کے میمنہ دائیں بازو پر اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو میسرہ (بائیں بازو) پر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ (اگلے حصہ) پر اور حضرت مقداد بن عمر کو ساقہ (پچھلے حصہ) پر افسر مقرر فرمایا (رضی اللہ عنہم) اور صف بندی کے وقت احد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو جو وادی قناۃ میں ہے اپنے بائیں طرف رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ میں ایک درہ (تنگ راستہ) جس میں سے گزر کر کفار قریش مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضورِ اکرم ﷺ نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرمادیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا افسر بنادیا اور یہ حکم دیا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب۔ مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔

مشرکین نے بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو افسر بنادیا، سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کا ایک دستہ الگ تھا۔ جن کا سردار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور پورے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابوطلحہ تھا جو قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک آدمی تھا۔

حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ پورے لشکر کفار کا علمبردار قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک شخص ہے تو آپ ﷺ نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمایا۔ جو قبیلہ بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔

ابتداءِ جنگ:

سب سے پہلے کفار قریش کی عورتیں دف بجا بجا کر ایسے اشعار گاتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں جنگ بدر کے مقتولین کا ماتم اور انتقام خون کا جوش بھرا ہوا تھا۔ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کی بیوی "ہند" آگے آگے اور کفار قریش کے معزز گھرانوں کی چودہ عورتیں اس کے ساتھ ساتھ تھیں اور یہ سب آواز ملا کر یہ اشعار گا رہی تھیں کہ

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ

نَمْشِيْ عَلَى النَّمَارِقْ

"ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔"

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ

اَوْتُدْ بِرُوْا نُفَارِقْ

"اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔"

مشرکین کی صفوں میں سب سے پہلے جو شخص جنگ کے لئے نکلا "ابو عامر اوسی" تھا۔ جس کی عبادت اور پارسائی کی بنا پر مدینہ والے اس کو "راہب" کہا کرتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام "فاسق" رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ شخص اپنے قبیلہ اوس کا سردار تھا اور مدینہ کا مقبول عام آدمی تھا۔ مگر جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہ شخص جذبہ حسد میں جل بھن کر خدا کے محبوب خدا ﷺ کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا اور کفار قریش کو آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس کو بڑا بھروسہ تھا

کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس نے میدان میں نکل کر پکارا کہ اے انصار! کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر راہب ہوں۔ انصار نے چلا کر کہا ہاں۔ ہاں! اے فاسق! ہم تجھ کو خوب پہچانتے ہیں۔ خدا تجھے ذلیل فرمائے۔ ابو عامر اپنے لئے فاسق کا لفظ سن کر تلملا گیا۔ کہنے لگا کہ ہائے افسوس! میرے بعد میری قوم بالکل ہی بدل گئی۔ پھر کفار قریش کی ایک ٹولی جو اس کے ساتھ تھی مسلمانوں پر تیر برسانے لگی۔ ان کے جواب میں انصار نے بھی اس روز کی سنگ باری کی کہ ابو عامر اور اس کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

لشکر کفار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے نکل کر میدان میں آیا اور کہنے لگا کہ کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ایسا ہے کہ وہ مجھ کو دوزخ میں پہنچادے یا خود میرے ہاتھ سے وہ جنت میں پہنچ جائے۔ اس کا یہ گھمنڈ سے بھرا ہوا کلام سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں "میں ہوں" یہ کہہ کر فتح خیبر نے ذوالفقار کے ایک ہی وار سے اس کا سر پھاڑ دیا اور وہ زمین پر تڑپنے لگا اور شیر خدا منہ پھیر کر وہاں سے ہٹ گئے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کیوں نہیں کاٹ لیا۔ شیر خدا نے فرمایا کہ جب وہ زمین پر گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی اور وہ مجھے قسم دینے لگا کہ مجھے معاف کر دیجئے اس بے حیا کو بے ستر دیکھ کر مجھے شرم دامن گیر ہو گئی اس لئے میں نے منہ پھیر لیا۔

طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابو طلحہ رجز کا یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا کہ

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا
اَنْ یَخْضِبَ اللِّوَاءَ اَوْتَنْدَقَّا

"علمبردار کا فرض ہے کہ نیزہ کو خون میں رنگ دے یا وہ ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے تلوار لے کر نکلے اور اس کے شانے پر

ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی کو کاٹتی ہوئی کمر تک پہنچ گئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ نعرہ نکلا کہ

أَنَا اِبْنُ سَاقِي الْحَجِيجِ

"میں حاجیوں کے سیراب کرنے والے عبدالمطلب کا بیٹا۔"

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی اور میدان جنگ میں کشت وخون کا بازار گرم ہوگیا۔

ابودجانہ کی خوش نصیبی:

حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر کندہ تھا کہ

فِي الْجُبْنِ عَارٌ وَفِي الْإِقْبَالِ مَكْرُمَةٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا يَنْجُو مِنَ الْقَدَرِ

"بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ "کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے"۔ یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے لپکے مگر یہ فخر و شرف حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدار دو عالم ﷺ نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ:

"تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے"۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار

چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جارہے ہے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی "ہند" آ گئی۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلادیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹالی کہ رسول اللہ ﷺ کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انتہائی جوش جہاد میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے آگے بڑھتے جارہے تھے اسی حالت میں "سباع غبشانی" سامنے آگیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر فرمایا کہ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! ٹھہر، کہاں جاتا ہے؟ تو اللہ و رسول سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار چلادی اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:۔

"وحشی" جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا۔ جوں ہی آپ رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو کہ آپ علیہ السلام کی ناف میں لگا اور پشت کے پار ہو گیا۔ اس حال میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے۔ مگر زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

کفار کے علمبردار خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جارہے تھے مگر ان کا جھنڈا گرنے نہیں پاتا تھا۔ ایک کے قتل ہونے کے بعد دوسرا اس جھنڈے کو اٹھا لیتا تھا۔ ان کافروں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک کافر نے جس کا نام "صواب" تھا مشرکین کا جھنڈا اٹھایا تو ایک مسلمان نے اس کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے مگر اس نے اپنے قومی جھنڈے کو زمین پر گرنے نہیں دیا بلکہ جھنڈے کو اپنے سینے

سے دبائے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا مگر وہ قتل ہوتے ہوتے یہی کہتا رہا کہ "میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کے مرتے ہی ایک عورت بہادر جس کا نام "عمرہ" تھا اس نے جھپٹ کر قومی جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قریش کو غیرت آئی اور ان کی بکھری ہوئی فوج سمٹ آئی ان کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے"۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابو عامر راہب کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے جہاد کر رہے تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجئے میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمت للعالمین ﷺ کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں"۔ جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جنگ اُحد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے۔ غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ کی آواز سن کر اسی حالت میں شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے جو فرشتوں نے اس کو غسل دیا۔ اسی واقعہ کی بناء پر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو "غسیل الملائکہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس جنگ میں مجاہدین انصار مہاجرین بڑی دلیری اور جان بازی سے لڑتے

رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی و حضرت ابو دجانہ و حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ عنہم کے مجاہدانہ حملوں نے مشرکین کی کمر توڑ دی۔ کفار کے تمام علمبردار عثمان، ابو سعید، مسافع، طلحہ بن ابی طلحہ وغیرہ ایک ایک کر کے کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ کفار کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگنے لگے اور ان کی عورتیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر لشکر کفار کو جوش دلا رہی تھیں، وہ بھی بدحواسی کے عالم میں اپنے ازار اٹھائے ہوئے برہنہ ساق بھاگتی ہوئی پہاڑوں پر دوڑتی ہوئی چلی جارہی تھیں اور مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے۔

ناگہاں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا:۔

کفار کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل و غارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیر انداز جو مسلمان درہ کی حفاظت پر مقرر کیے گئے تھے۔ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ غنیمت لوٹو، غنیمت لوٹو، تمہاری فتح ہو گئی۔ ان لوگوں کے افسر حضرت عبداللہ بن جبیر نے ہر چند روکا اور حضور ﷺ کا فرمان یاد دلایا اور فرمان مصطفوی ﷺ کی مخالفت سے ڈرایا مگر ان تیر انداز مسلمان نے ایک نہیں سنی اور اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کفار کا ایک افسر ''خالد بن ولید'' (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ درہ پہرہ داروں سے خالی ہو گیا ہے۔ فوراً اس نے درہ کے راستہ سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے چند جان بازوں کے ساتھ انتہائی دلیرانہ مقابلہ کیا۔ مگر یہ سب کے سب شہید ہو گئے اب کیا تھا۔ کافروں کی فوج کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتی ہوئی کفار قریش کی فوج بھی پلٹ پڑی مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے۔ پیچھے پھر کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار آگے پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کا لشکر چکی کے دو پاٹوں میں دانہ کی طرح پسنے لگا اور مسلمانوں میں ایسی بدحواسی اور ابتری پھیل گئی

کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہیں رہی۔ خود مسلمان مسلمانوں کی تلواروں سے قتل ہوئے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمان کی تلوار سے ہی شہید ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چلاتے ہی رہے کہ "اے مسلمانو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں"۔ مگر کچھ عجیب بدحواسی پھیلی ہوئی تھی کہ کسی کو کسی کا دھیان ہی نہیں تھا اور مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شہید:۔

پھر بڑا غضب یہ ہوا کہ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر ابن قمیہ کافر جھپٹا اور ان کے دائیں ہاتھ پر اس زور سے تلوار چلادی کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس جانباز مہاجر نے جھپٹ کر اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا۔ مگر ابن قمیہ نے تلوار مار کر ان کے بائیں ہاتھ کو بھی شہید کر دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پرچم اسلام کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے کھڑے رہے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے رہے کہ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

پھر ابن قمیہ نے ان کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو صورت میں حضور اقدس ﷺ سے کچھ مشابہ تھے ان کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ کر کفار نے غل مچا دیا کہ (معاذ اللہ) حضور تاجدار دو عالم ﷺ قتل ہو گئے۔ اللہ اکبر! اس آواز نے غضب ہی ڈھا دی۔ مسلمان یہ سن کر بالکل ہی سراسیمہ اور پراگندہ دماغ ہو گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں میں تین گروہ ہو گئے۔ کچھ لوگ تو بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ کچھ لوگ سہم کر مردہ دل ہو گئے۔ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ اپنی جان بچاتے رہے یا جنگ کرتے رہے۔ کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اس ہلچل اور بھگدڑ

میں بہت سے لوگوں نے تو بالکل ہی ہمت ہار دی اور جو جان نثاری کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے وہ بھی دشمنوں کے دوطرفہ حملوں کے نرغے میں پھنس کر مجبور ولا چار ہو چکے تھے۔ تاجدار دوعالم ﷺ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ کسی کو اس کی خبر نہ تھی، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جاتے تھے۔ مگر وہ ہر طرف مڑ مڑ کر رسول اکرم (ﷺ) کو دیکھتے تھے مگر جمال نبوت نظر نہ آنے سے وہ انتہائی اضطراب و بیقراری کے عالم میں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے میدان جنگ سے بھی کچھ آگے نکل پڑے وہاں جا کر دیکھا کہ کچھ مسلمانوں نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہ تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر واقعی رسول خدا ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو ہم بھی اسی میدان میں شہید ہو کر حضور ﷺ کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کر آپ دشمنوں کے لشکر میں لڑتے ہوئے گھس گئے اور آخری دم تک انتہائی جوش جہاد اور جان بازی کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسی سے زیادہ تیر و تلوار اور نیزوں کے زخم ان کے بدن پر تھے۔ کافروں نے ان کے بدن کو چھلنی بنا دیا تھا اور ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کی انگلیوں کو دیکھ کر ان کو پہچانا تھا۔

جنگ جاری تھی اور جان نثاران اسلام جو جہاں تھے وہیں لڑائی میں مصروف تھے مگر سب کی نگاہیں انتہائی بیقراری کے ساتھ جمال نبوت کو تلاش کرتی تھیں۔ عین مایوسی کے عالم میں سب سے پہلے جس نے تاجدار دوعالم ﷺ کا جمال دیکھا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش نصیب آنکھیں ہیں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو پہچان کر مسلمانوں کو

پکارا کہ اے مسلمانو! ادھر آؤ رسول خدا ﷺ یہ ہیں اس آواز کو سن کر تمام جاں نثاروں میں جان پڑ گئی اور ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر مسلمان آنے لگے کفار نے بھی ہر طرف سے حملہ روک کر رحمت عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لیئے سارا زور لگا دیا۔ کفار کا لشکر ہجوم کے ساتھ امنڈ پڑا اور بار بار مدنی تاجدار (ﷺ) پر یلغار کرنے لگا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل دور ہو جاتا تھا۔

حضورِ پاک ﷺ کا زخمی ہونا:۔

سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم ﷺ کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا اس نے ناگہاں حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔ ایک دم بجلی کی طرح صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور تاجدار دو عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رُخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسا پتھر مارا آپ ﷺ کے دو دندان مبارک شہید اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہو گیا۔ اسی حالت میں ابی بن خلف ملعون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کو شہید کر دینے کی نیت سے آگے بڑھا۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے ایک جاں نثار صحابی حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر مارا۔ جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر بہت معمولی زخم آیا اور وہ بھاگ نکلا۔ مگر اپنے لشکر میں جا کر اپنی گردن کے زخم کے بارے میں لوگوں سے اپنی تکلیف اور پریشانی ظاہر کرنے لگا اور بے پناہ ناقابل برداشت درد کی شکایت کرنے لگا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا کہ "یہ تو معمولی خراش ہے۔ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ مجھ سے محمد ﷺ نے کہا تھا کہ میں تم کو قتل کروں گا۔ اس لئے یہ تو بہر حال زخم ہے۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر وہ میرے اوپر تھوک دیتے تو بھی میں سمجھ لیتا کہ

میری موت یقینی ہے"۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ابی خلف نے مکہ میں ایک گھوڑا پالا تھا۔ جس کا نام اس نے "عوز" رکھا تھا۔ وہ روزانہ اس کو چراتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ میں اسی گھوڑے پر سوار ہو کر محمد ﷺ کو قتل کروں گا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تجھے میں ہی قتل کروں گا۔ چنانچہ ابی بن خلف اپنے اسی گھوڑے پر چڑھ کر جنگ اُحد میں آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا۔ ابی بن خلف نیزہ کے زخم سے بے قرار ہو کر راستہ بھر تڑپتا اور بلبلاتا رہا۔ یہاں تک کہ جنگ اُحد سے واپس آتے ہوئے مقام "سرف" میں مر گیا۔ اسی طرح ابن قمیہ ملعون جس نے حضور ﷺ کے رُخ انور پر تلوار چلا دی تھی۔ ایک پہاڑی بکرے کو خداوند قہار و جبار نے اس پر مسلط کر دیا اور اس نے اس کو سینگ مار مار کر چھلنی بنا ڈالا اور پہاڑ کی بلندی سے نیچے گرا دیا۔ جس سے اس کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئی۔

صحابہ کا حضورِ اکرم ﷺ کی ڈھال بننا:۔

جب حضور اکرم ﷺ زخمی ہو گئے تو چاروں طرف سے کفار نے آپ ﷺ پر تیر و تلوار کا وار شروع کر دیا اور کفار کا ہجوم آپ کے ہر چہار طرف سے حملہ کرنے لگا جس سے آپ ﷺ کفار کے نرغہ میں محصور ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر جان نثار صحابہ کا جوش جان نثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کو بچانے کے لئے اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور آپ ﷺ کے گرد ایک حلقہ بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر آپ ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے جو تلواریں برس رہی تھیں ان کو وہ اپنی پشت پر لیتے رہے اور آپ ﷺ تک کسی تلوار یا نیزے کی مار کو پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جان نثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شل ہو گیا اور ان کے بدن پر پینتیس یا

انتالیس زخم لگے جان نثار صحابہ نے حضور ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانوں کی پروانہیں کی اور ایسی بہادری اور جان بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نشانہ بازی میں مشہور تھے انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھا لیا تھا تاکہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آپ ﷺ پر نہ آ سکے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ دشمنوں کی فوج کو دیکھنے کے لئے گردن اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ گردن نہ اٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ ﷺ کو لگ جائے۔ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں۔ میرا سینہ آپ ﷺ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے۔ ناگہاں کافروں کا ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ بہہ کر ان کے رخسار پر آ گئی حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کے حلقہ میں رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! قتادہ کی آنکھ بچا لے جس نے تیرے رسول کے چہرہ کو بچایا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہو گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور ﷺ کی مدافعت میں جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور حضور انور ﷺ خود اپنے دست مبارک سے تیر اٹھا کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے سعد! تیر برساتے جاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

ظالم کفار انتہائی بے دردی کے ساتھ حضور انور ﷺ پر تیر برسا رہے تھے۔ مگر اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی:

رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

''یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔''

حضور اقدس ﷺ دندان مبارک کے صدمہ اور چہرہ انور کے زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اس حالت میں آپ ﷺ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے جا بجا کھود کر ان کو چھپا دیا تھا تا کہ مسلمان لاعلمی میں ان گڑھوں کے اندر گر پڑیں۔ حضرت علی ﷺ نے آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے خود (لوہے کی ٹوپی) کی کڑی کا ایک حلقہ جو چہرہ انور میں چبھ گیا تھا اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جوش عقیدت سے آپ ﷺ کا خون چوس چوس کر پی لیا اور اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ملک بن سنان! کیا تو نے میرا خون پی ڈالا، عرض کیا کہ جی ہاں۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! ارشاد فرمایا کہ جس نے میرا خون پی لیا، جہنم کی کیا مجال جو اس کو چھو سکے۔ اس حالت میں رسول ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے جہاں کفار کے لئے پہنچنا دشوار تھا۔ ابو سفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کافروں پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابو سفیان اس کی تاب نہ لا سکا اور پہاڑ سے اتر گیا۔

حضور اقدس ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے اور چہرہ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے خون دھو رہی تھیں، مگر خون بند نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی تو خون فوراً ہی تھم گیا۔

ابوسفیان کا نعرہ اور اس کا جواب:۔

ابوسفیان جنگ کے میدان سے واپس جانے لگا تو ایک پہاڑی پر چڑھ گیا اور زور زور سے پکارا کیا یہاں محمد ﷺ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں ابوبکر ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں عمر ہیں؟ جب اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان گھمنڈ سے کہنے لگا کہ یہ سارے مر گئے، کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور میرا جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے اپنی فتح کے گھمنڈ میں یہ نعرہ مارا کہ "اُعْلُ هُبَلْ" یعنی اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ اے ہبل تو سر بلند ہو جا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم لوگ بھی اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم کیا کہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ نعرہ مارو کہ اَللهُ اَعْلٰى وَاَجَلّ یعنی اللہ سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ یعنی ہمارے لئے عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی "عزیٰ" نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے جواب میں یہ کہو کہ اَللهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ یعنی اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ابوسفیان نے باآواز بلند بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ اور جواب ہے لڑائی میں کبھی فتح، کبھی شکست ہوتی ہے۔ اے مسلمانو! آج ہماری فوج نے تمہارے مقتولوں کے کان، ناک کاٹ کر ان کی صورتیں بگاڑ دی ہیں، مگر میں نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا، نہ مجھے اس پر کوئی رنج و افسوس ہوا ہے۔ یہ کہہ کر ابوسفیان میدان سے ہٹ گیا اور چل دیا۔

ہند ''جگر خوار'':۔

کفار قریش کی عورتوں نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے جوش میں شہداء کرام کی لاشوں پر جا کر ان کے کان، ناک وغیرہ کاٹ کر صورتیں بگاڑ دیں اور ابو سفیان کی بیوی ہند نے تو اس بیدردی کا مظاہرہ کیا کہ ان اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ ہند حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو تلاش کر رہی تھی کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے جنگ بدر کے دن ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جب اس بیدرد نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو پالیا تو خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی۔ لیکن حلق سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دیا، تاریخوں میں ہند کا لقب جو ''جگر خوار'' ہے وہ اسی واقعہ کی بنا پر ہے۔ ہند اور اس کے شوہر ابوسفیان نے رمضان ۸ ہجری میں فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔

سعد بن الربیع کی وصیت:۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کے حکم سے حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا، تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام عرض کر دینا اور اپنی قوم سے بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔

خواتین اسلام کے کارنامے:۔

جنگ احد میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی بہت ہی مجاہدانہ جذبات کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ دونوں پائینچے چڑھائے ہوئے مشک میں پانی بھر کر

لاتی تھیں اور مجاہدین خصوصاً زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیط بھی برابر پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کی جاں نثاری:۔

حضرت بی بی ام عمارہ جن کا نام "نسیبہ" ہے۔ جنگ اُحد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور دو فرزند حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر آئیں تھیں پہلے تو یہ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حضور ﷺ پر کفار کی یلغار کا ہوش رُبا منظر دیکھا تو مشک کو پھینک دیا اور ایک خنجر لے کر کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑی ہو گئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔ چنانچہ ان کے سَر اور گردن پر تیرہ زخم لگے۔ ابن قیمہ ملعون نے جب حضور رسالت مآب ﷺ پر تلوار چلا دی تو بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھ کر اُس ملعون کا وار اپنے بدن پر روکا جس کے نتیجے میں ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا۔ پھر خود بڑھ کر ابن قمیہ کے شانے پر زور سے تلوار ماری، لیکن وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے بچ گیا۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک کافر نے زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنا کپڑا اپھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا کہ بیٹا اٹھو، کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر حضور ﷺ کے سامنے آ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام عمارہ! دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا کہ اے ام عمارہ! تو خدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا کی راہ

میں جہاد کیا حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! دعا فرمایئے کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہو جائے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ

''یا اللہ! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔''

حضرت بی بی عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت بھی مجھ پر آئی لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوئی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حوصلہ:۔

حضور ﷺ کی پھوپی حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میری پھوپھی اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے اپنے بھائی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن میں اس کو اللہ کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی۔ پھر حضور ﷺ کی اجازت سے لاش کے پاس گئیں اور یہ منظر دیکھا کہ پیارے بھائی کے کان، ناک، آنکھ سب کٹے پڑے شکم چاک، جگر چبایا ہوا پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر اس شیر دل خاتون نے انا اللّٰہ وانا الیہ راجعون کے سوا کچھ بھی نہ کہا۔ پھر ان کی مغفرت کی دعا مانگتی ہوئی چلی آئیں۔

ایک انصار عورت کا صبر:۔

ایک انصاری عورت جس کا شوہر، باپ، بھائی سبھی اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے۔ تینوں کی شہادت کی خبر باری باری سے لوگوں نے اسے دی۔ مگر وہ ہر بار یہی پوچھتی رہی کہ یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ جب لوگوں نے اس کو بتایا کہ الحمد اللہ وہ زندہ اور سلامت ہیں تو بے اختیار اس کی زبان سے اس شعر کا مضمون نکل پڑا کہ

تسلی ہے پناہ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پرواہ نہیں، سارا جہاں زندہ سلامت ہے

اللہ اکبر! اس شیر دل عورت کے صبر و ایثار کا کیا کہنا! شوہر، باپ، بھائی، تینوں کے قتل سے دل پر صدمات کے تین پہاڑ گر پڑے ہیں، مگر پھر بھی زبان حال سے اس کا یہی نعرہ ہے کہ

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہ دیں! ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

شہدائے کرام:-

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ تیس کی تعداد میں کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ مگر مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ ان شہداء کرام کے کفن کے لئے کپڑا بھی نہیں تھا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ بوقت شہادت ان کے بدن پر صرف ایک اتنی بڑی کملی تھی کہ ان کی لاش کو قبر میں لٹانے کے بعد اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا بالآخر سر چھپا دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی، شہداء کرام خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

قبور شہدا کی زیارت:-

حضور ﷺ شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے۔ پھر یہ بھی ارشاد فرمایا

کہ قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا تو یہ شہداء کرام اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن احد کے میدان سے گزر رہی تھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ اے رسول اللہ (ﷺ) کے چچا آپ پر سلام ہو تو میرے کان میں یہ آواز آئی کہ وَعَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَتُهُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ۔

حیات شہداء:۔

چھیالیس برس کے بعد شہداء احد کی بعض قبریں کھل گئیں تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے تمام اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں نے دیکھا کہ شہداء کرام اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور جب زخم سے ہاتھ اٹھایا تو تازہ خون نکل کر بہنے لگا۔

غزوۂ بنی نضیر

(ربیع الاوّل ۴ ہجری)

حضور اکرم ﷺ اکابر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو بکر، عمر، علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) وغیرہ مہاجرین میں سے اور حضرت سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ انصاری میں سے کے ساتھ بنی نضیر یہودیوں کی بستی کی طرف تشریف لائے۔ بنی نضیر (بفتح نون وکسر ضاد) یہودی قبیلوں میں سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ اس قضیہ کا وقوع چوتھے سال میں بیر معونہ کے بعد ہوا۔ جیسا کہ اسے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کبار کے ساتھ یہودیوں کی بستی میں پہنچے تو یہودیوں نے کہا اے ابو القاسم! کچھ دیر تشریف رکھے تاکہ ہمیں آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کی مہمان نوازی کا موقعہ ملے۔ یہودی حضور ﷺ کو پہلے سے ہی آپ کی کنیت ابو القاسم سے مخاطب کرتے تھے تاکہ لازم نہ آئے جو آپ ﷺ کا اسم شریف محمد (ﷺ) ان کی کتابوں اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور اس کے ملزم نہیں اس کے بعد حضور ﷺ ان کے گھر کی دیوار سے پشت کی ٹیک لگا کر تشریف فرما ہو گئے پھر حیی بن اخطب یہودی جو کہ حضور ﷺ کا اشد ترین دشمن تھا یہود سے کہنے لگا اے گروہ یہود ایسا اتفاق کبھی ہاتھ نہ آئے گا کہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان ایسی تنہائی ہو۔ کوئی ایسا نہیں ہے کہ وہ گھر کے اوپر جا کر بڑا سا پتھر آپ ﷺ کے سر مبارک پر گرائے اور اس سے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو ہلاک کرے، تاکہ ہم آپ ﷺ کی زحمت سے نجات پائیں عمرو بن حجاش (بضم جیم وتخفیف حاء) نے کہا میں اس کو سر انجام دوں گا سلام بن اشکم اور کچھ اور لوگوں نے اس کو اس خیال بد سے منع کیا اور کہا

فوراً ہی آپ ﷺ کو آسمان سے تمہارے ارادے کی خبر دیدی جائے گی اور یہ ہمارے اور ان کے مکروفریب سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ بغیر اس کے کہ اپنے صحابہ سے کچھ فرمائیں اس طرح جیسے کسی شدید ضرورت سے اٹھتا ہے کھڑے ہو گئے اور مدینہ منورہ کی طرف چلدیئے صحابہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ کی واپسی میں دیر ہو گئی تو وہ بھی آپ ﷺ کے عقب میں چلدیئے۔ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو حقیقت حال سے باخبر فرمایا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے۔

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہوئی کہ جب قوم نے ارادہ کیا کہ دست درازی کرے تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔"

جب یہود کو حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کی خبر ہوئی تو کنانہ نے جوان کے احبار و علماء میں سے تھا ان سے کہا اے میری قوم میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو تمہاری غداری سے خبردار کر دیا ہے۔ اے قوم تم خود کو فریب نہ دو کیوں کہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء (ﷺ) ہیں اور تم طمع رکھتے ہو کہ وہ خاتم الانبیاء، حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے حالانکہ حق تعالیٰ اس نعمت سے جسے چاہے نوازے اور اس سعادت سے جس کو چاہے سرفراز فرمائے ہم نے توریت میں نبی آخرالزماں کے جو صفات پڑھے ہیں وہ سب حضور ﷺ کی ذات شریف میں موجود ہیں۔ مجھے ایسا خیال آتا ہے کہ وہ تمہیں جلاوطنی کا حکم فرمائیںگے اب مناسب یہی ہے کہ تم دو کاموں میں سے ایک کام کرو۔ سب سے بہتر و افضل تو یہ ہے کہ تم سب محمد (ﷺ) پر ایمان لے آؤ کیوں کہ اس میں دنیا و آخرت کی صلاح ہے اور ان شہروں سے باہر نہ نکلو یا جزیہ دینا مان لو تا کہ تمہارے جان و مال محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا ہم جلاوطنی کو قبول کرتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کے دین کو ترک کرنا گوارا نہیں۔

حضور اکرم ﷺ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے درمیان عہد و پیمان تھا۔ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ توریت میں جس نبی کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی نبی ہیں۔ اور جب روز احد مسلمانوں پر ہزیمت کی شکل بنی تو وہ شک میں پڑ گئے۔ اور انہوں نے ابوسفیان کے ساتھ حلف کیا، یعنی ان کے حلیف بن گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا کہ تم سب میرے شہروں سے نکل جاؤ اس لئے کہ تم نے غداری کی ہے۔ تمہیں دس دن کی مہلت ہے جو کوئی دس دن کے بعد یہاں پایا جائے گا۔ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اس پر یہودیوں نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی صحرا سے اپنے اونٹوں کو لائے اور کچھ کرایہ پر لے لئے تاکہ یہاں سے چلے جائیں۔ یکا یک عبداللہ بن سلول منافق، جو رئیس المنافقین تھا اس نے بنی نضیر کے پاس کسی کو بھیجا اور کہلوایا کہ تم اپنے وطنوں سے نہ نکلو اور اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو اور بے فکر و بے غم بیٹھے رہو۔ میں دو ہزار آزمودہ کار جنگی جوانوں کے ساتھ تمہارا پشت پناہ ہوں اور بنی قریظہ اپنے حلیفوں کے ساتھ جو کہ بنی غطفان ہیں تمہارے معاون و مددگار ہوں گے۔ یہ منافق نادان، بمقتضائے نفاق انتہائی عداوت و حماقت پر اتر آیا۔ اور اس نے اپنی حماقت سے ایسی عداوت کا اظہار کیا۔ حالانکہ وہ اتنا نہ سمجھا کہ قریش کس قدر بہادر و شجاع ہیں۔ وہ بے بس ہو کے رہ گئے۔ ان کے قلعوں کی کیا حقیقت ہے۔ بہر حال یہود بے بہود اس احمق منافق کی بات سے مغرور و مسرور ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قاصد بھیج دیا کہ ہم از خود اپنے گھروں سے نہ نکلیں گے جو آپ چاہیں کریں جب یہ بات حضور ﷺ کی سماع مبارک میں پہنچی تو باواز بلند تکبیر کہی اور صحابہ نے بھی حضور ﷺ کی موافقت میں تکبیر بلند کی اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے غزوہ کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابن رضی اللہ عنہ ام مکتوم کو خلیفہ مقرر فرمایا اور علم تیار کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے آئے آپ ﷺ نے عصر کی نماز بنی نضیر کی بستی

کے میدان میں ادا فرمائی۔ ان کی بستی مدینہ منورہ سے قریب ہے جب یہود نے لشکر اسلام دیکھا تو قلعوں کے دروازے بند کر کے سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دی۔ عشاء کے وقت تک یوں ہی جنگ ہوتی رہی۔ جب مسلمانوں نے نمازِ عشاء ادا کر لی تو حضور ﷺ چند اصحاب کے ساتھ قیام گاہ مبارک میں تشریف لے آئے اور تمام صحابہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سرداری میں دے دیا دونوں روایتوں میں اختلاف ہے کہ صبح تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رہے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا خیمہ مبارک بنی حطمہ کے میدان میں نصب کیا گیا تھا۔ یہودیوں کے تیر اندازوں میں ایک شخص ''غزورا'' نامی تیر انداز تھا اس نے ایسا تیر پھینکا جو حضور ﷺ کے خیمہ اقدس میں جا کر گرا۔ خیمہ کو وہاں سے لیجا کر دوسری جگہ نصب کیا۔ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس کی گھات میں رہے۔ اچانک دیکھا کہ وہ چند آدمیوں کے ساتھ برہنہ شمشیر لئے باہر آیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور اس بدبخت کے سر کو اس کے ناپاک جسم سے جدا کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے حضور ﷺ نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ کیا کہ بقیہ ساتھیوں کو بھی قتل کریں۔ وہ سب کے سر کاٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ پھر حضور ﷺ نے پندرہ دن تک یہودیوں کا محاصرہ جاری رکھا۔ ابی ابن سلول منافق اور دیگر قبائل بنی نضیر کی کوئی مدد نہ کر سکے اس کے بعد حضور ﷺ نے ابو بلوہ مازنی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ یہودیوں کی کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے جائیں ایک روایت میں ہے کہ جلا دیئے جائیں۔ اس پر ابو بلوہ مازنی رضی اللہ عنہ تو ان کو کاٹتے تھے جنہیں ''عجوہ'' کہا جاتا ہے اور کہتے ان کا کاٹنا یہودیوں پر نہایت شاق اور گراں ہے ''عجوہ'' کھجوروں میں سب سے بہتر قسم کی کھجور ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام کمتر قسم کی کھجوروں کے درخت کو کاٹتے تھے۔ وہ فرماتے مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہودیوں کے تمام

املاک مسلمانوں کے تصرف میں آنے والے ہیں۔ لہٰذا ان میں جو بہتر قسم ہے وہ مسلمانوں کے لئے رہنے دیتا ہوں۔

روضۃ الاحباب میں اس طرح منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں کے تمام درختوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا بجز اس قسم کے درخت کے جن کو ''عجوہ'' کہتے ہیں صحابہ ان درختوں کے کاٹنے میں مشغول ہو گئے۔ یہ روایت پہلی روایت کے منافی و مخالف ہے کیوں کہ اس روایت میں بظاہر حضور ﷺ کا حکم مطلق کاٹنے یا جلانے کے لئے ہے اور دوسری روایت میں یہ حکم ہے مگر یہ صورت ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے پہلے وہ حکم دیا ہو اس کے بعد دوسری مرتبہ یہ حکم دیا ہو۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ بنی نضیر نے مسلمانوں سے کہا تم مسلمان ہو تمہیں حل نہیں ہے کہ نخلستان کو کاٹو۔ کیوں کہ محمد (ﷺ) فساد سے منع فرماتے ہیں۔ لہٰذا نخلستان کو کاٹنے کا کیسے حکم دے سکتے ہیں۔ اس پر مسلمانوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا ہم تو کاٹیں گے اور بعض نے کہا ہم نہیں کاٹیں گے اس پر حکم ہوا کہ یہودیوں کے تمام آثار و نشانات کو نابود کر دو۔

''حق تبارک و تعالیٰ کی جناب سے حکم آیا اور جو لینت نے کاٹتے ہو
اور چھوڑتے ہو تم ان کو وہ جڑوں پر قائم رہیں تو یہ اللہ کے حکم سے ہے
تاکہ فاسقوں کو رسوا کرے۔''

حق تعالیٰ نے بنی نضیر کے دل میں ایک خوف ہیبت اور رعب طاری کر دیا انہوں نے کسی کو حضور ﷺ کی بارگاہ عالی میں بھیجا کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں تاکہ ہم آپ کے شہروں سے نکل جائیں اور راہ مسافرت اختیار کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آج تمہاری التجا ناقابل پذیرائی ہے۔ (ہم نے تمہیں پہلے ہی دس دن کی مہلت دیدی تھی اس مہلت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے) اب یہی صورت ہے کہ تم تمام اسلحہ سے دست کش ہو کر صرف اتنا مال و

اسباب جتنا جلدی وتیزی میں سواریوں پر لادسکو لے جاسکتے ہو۔" اس پر وہ راضی ہو گئے۔ چنانچہ چھ سو اونٹ بار کر کے کچھ شام کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر کی جانب اور کچھ کسی اور طرف جلاوطن ہو گئے۔ وہ اپنی ضلالت اور شر وفساد کی بنا پر سرگرداں ہوئے۔ اور دینی اشاعت ان کے شر وفساد سے پاک وصاف ہوئی۔ اور مضمون کریمہ اِنَّ الْمَدِیْنَةَ تَنْفِیْ كَمَا یَنْفِی الْكِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ بلاشبہ مدینہ خباثت کو صاف کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے وجود میں آیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ ذلیل وخوار یہود، نکلتے وقت خود کو بناتے سنوارتے، دف بجاتے اور گاتے ہوئے مدینہ سے نکلے۔ اور غزاء وجہاد کا مشروعیت کا مقصد ہی اہل کفار وعناد کے شر وفساد سے دینی آماجگاہ کو پاک وصاف بنانا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ درختوں سے ان ناکارہ وخراب شاخوں کو چھانٹا جائے جو پھل آنے میں رکاوٹ پیدا کریں۔ اگر کوئی کہے کہ اگر یہی وجہ ہے تو ان کو قتل کرنا چاہئے تاکہ شرک کے آثار مٹیں اور فساد کا مادہ ختم ہو اور جلاوطن کرنے میں تو ان کے خبث کا وجود باقی رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان سے غداری اور بدعہدی واقع ہوئی تھی اس کی سزا میں ان کو جلاوطنی کا حکم دیا گیا تھا اور جو لوگ جنگ وقتال پر آمادہ ہوئے اور اس کے لئے وہ ایستادہ ہو گئے وہ قتل کر دیئے گئے اور باقی کو جلاوطن فرما دیا اور بغیر قتال کے قتال کا حکم نہ فرمایا اور چونکہ یہ سب حکم الٰہی سے ہے اس لئے اس میں گفتگو کا دامن تنگ ہے اور اتنا بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ مشرکوں اور مفسدوں کے قتل میں نکتہ وحکمت کے طور سے بیان ہوا ہے ورنہ اصل بنیاد حکم الٰہی ہے۔

غزوۂ مریسع یا بنی المصطلق

(شعبان یوم دوشنبہ ۵ ہجری)

ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ مریسیع (بضم میم وفتح راء وسکون یا) واقع ہوا۔ یہ بنی خزاعہ کے چشمہ کا نام ہے اس کو غزوۂ بنی المصطلق (بضم میم وسکون صاد وفتح طاء وکسر لام) بھی کہتے ہیں۔ مصطلق ایک شخص کا لقب ہے جس کا نام خزیمہ بن سعد بن عمرو ہے جو بنی خزاعہ کے بطن سے ہے اور صلق سخت وکرخت آواز کو کہتے ہیں اس غزوۂ کا وقوع دوشنبہ کے دن پانچویں ہجری کے ماہ شعبان کی دوراتیں گزرنے کے بعد ہوا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شنبہ کا دن تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ چوتھے سال میں ہوا ہے ارباب سیر کہتے ہیں کہ یہ سبقت قلم ہے کہ بجائے پانچ کے چار لکھ گئے۔ مختار یہ ہے کہ پانچ ہجری میں ہوا ہے اس غزوۂ کے وقوع کا سب یہ ہے کہ حارث بن ابی ضرار نے جو کہ اس قبیلہ کا سردار تھا بعض قبائل عرب کو مدعو کیا تا کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے لشکر فراہم کرے۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بن الحصیب اسلمی کو جو کہ مشہور صحابی ہیں اس جماعت کی طرف بھیجا تا کہ تحقیق کر کے لائیں اور انہیں اجازت دی کہ "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" (جنگ ایک داؤ ہے) کے تحت جو مقتضائے حال ہو ان سے گفتگو کریں۔ تو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اس جماعت کی طرف گئے اور انہوں نے گفتگو میں فرمایا کہ سنا گیا ہے کہ تم محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہو؟ اگر یہ بات واقع کے مطابق ہے تو میں تمہاری معاونت کروں گا اور تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہوں گا اس جماعت نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ سلوک کیا۔ انہوں نے کہا ہاں! ہمارا

ارادہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا پختہ عزم کے ساتھ ہے اس پر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو مجھے اجازت دو تا کہ جا کر اپنے لوگوں کو مجتمع کر کے لاسکوں اس بہانہ سے وہ ان کے پاس سے آئے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تمام حال پیش کیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ لشکر اسلام مجتمع کر کے تشریف لے چلے مدینہ منورہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو خلیفہ بنایا اور مہاجرین کا علم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مقدمہ لشکر پر متعین فرمایا۔ اس لشکر میں تیس گھوڑے مہاجرین کے تھے اور بیس گھوڑے انصار کے۔ بہت سے منافقوں نے بھی غنیمت اور دنیاوی سامان کے لالچ میں لشکر اسلام کے ساتھ موافقت کی اور راہ میں کافروں کے جاسوسوں کو پکڑا اور ان کے لشکر کے بارے میں پوچھا پہلے تو وہ انکار کرتے رہے بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈرانے دھمکانے سے انہوں نے اعتراف کیا پھر حضور ﷺ کے حکم سے انہیں قتل کیا گیا۔ جب حارث کو خبر پہنچی کہ حضور ﷺ ایک لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں تو بنی مصطلق کے دلوں میں اس سے رعب و خوف پڑ گیا اور بہت سے وہ لوگ جو اطراف اکناف سے حارث بن ضرار کی جماعت میں جمع ہوئے تھے جدا ہونے لگے ہر ایک نے اپنی اپنی منزل کی راہ لی اور حارث کے پاس بجز بنی مصطلق کے کوئی نہ رہا حضور ﷺ نے وہاں پہنچ کر چشمہ مرسیع پر قیام فرمایا اس سفر میں امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں۔ کفار نے اپنے لشکر کو مرتب کر کے میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے پاؤں رکھا جب دونوں طرف سے صفیں درست ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ کفار کو خبردار کریں کہ اگر وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیں تو ان کا خون اور تمام مال و اسباب محفوظ رہیں گے انہوں نے اس کا انکار کیا۔ لشکر اسلام نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں مشرکوں کے علمبردار کو قتل کر دیا اور

انہیں شکست ہوگئی ان کے دس آدمی مارے گئے باقی تمام مردوں اور عورتوں کو اسیر بنالیا اور بہت سامال غنیمت از قسم چوپائے، انعام اور سپاہ ہاتھ آیا مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص شہید ہوا صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان پر ان کی غفلت کی حالت میں حملہ کا حکم دیا جبکہ وہ جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اس کے بعد جنگ کرنے والوں کو قتل کیا اور بچوں کو قید کرلیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ کی آگ ٹھنڈی ہو جانے کے بعد بنی مصطلق کا ایک شخص آیا اور وہ شرف اسلام سے مشرف ہوا اس نے کہا ہم جنگ کے دوران مردان سفید جامہ کو ابلق گھوڑوں پر سوار لشکر اسلام کے درمیان دیکھتے رہے ہیں وہ ایسے تھے کہ ہم نے ان جیسے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے اور جویریہ جو امہات المومنین میں سے ہیں اسی غزوہ کی قیدیوں میں سے تھیں اور اسی حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تقسیم غنایم اور اسیروں سے فارغ ہوئے اس وقت حضور اکرم ﷺ میرے ساتھ ایک چشمہ پر تشریف فرما تھے اچانک جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن ضرار داخل ہوئی یہ عورت بہت ملیح اور صاحب حسن و جمال تھی جو کوئی اسے دیکھتا اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ اس وقت میرے دل میں آتش غیرت پیدا ہوگئی کہ مبادا حضور اکرم ﷺ اس کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کو اپنے ازواج میں داخل فرمالیں اور بالآخر وہی ہوا جب جویریہ رضی اللہ عنہا آئی تو سب سے پہلی بات اس نے یہ کہی "یارسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوتی ہوں اور اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اِنَّكَ رَسُوْلُهٗ " پڑھتی ہوں اور کہا کہ میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اور اس قبیلہ کی سردار اور پیشوا ہوں اور اب میں لشکر اسلام کے ہاتھ میں قید ہوں اور ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں اس نے مجھے مکاتب بنایا ہے اور میں اتنے مال کی طاقت نہیں رکھتی کہ بدل کتابت میں ادا کرسکوں میں امید رکھتی ہوں کہ آپ ﷺ میری مدد فرمائیں گے تا کہ میں ادائے کتابت کرسکوں' حضور ﷺ نے فرمایا' میں ایسا کروں گا اور اس

سے بھی زیادہ میں تیرے ساتھ حسن سلوک کروں گا'' اس نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ اس سے بہتر سلوک کیا ہوگا؟'' فرمایا'' میں ادائے کتابت کر کے تجھے اپنے حبالہ عقد میں لا کر اپنی زوجیت سے سرفراز کروں گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے پاس کسی کو بھیجا اور مکاتبت کی رقم ان کو سپرد کرائی۔ آزاد ہونے کے بعد ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ صحابہ عظام جب اس حقیقت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے باہم خیال آرائی فرمائی اور کہا کہ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ سید کائنات ﷺ کے حرم پاک کے عزیزوں اور رشتہ داروں کی اسیری اور قید میں رکھ کر غلام بنائیں اور سب نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ بنی المصطلق کے قیدیوں کی تعداد ایک سو نوے سے زیادہ تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ کوئی عورت اپنی خیر و برکت میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بزرگ ہو۔

ارباب سیر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کے تشریف لانے سے پہلے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا کہ گویا ایک ماہتاب یثرب سے طلوع ہو کر اتر رہا ہے یہاں تک کہ وہ ماہتاب میری آغوش میں آگیا میں نے اپنے اس خواب کو کسی سے نہ کہا۔ یہاں تک کہ اس کی تعبیر سامنے آگئی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام اسیری سے پہلے ''برہ'' بمعنی نیکوکار تھا سید عالم ﷺ نے ان کا نام ''جویریہ'' رکھا نام کی تبدیلی اپنی عادت شریف کی بنا پر تھی کہ آپ ﷺ ناموں کو بدل دیا کرتے تھے اگرچہ نام اچھا ہی ہو۔ لیکن اس میں آنحضرت ﷺ یہ کراہت محسوس کرتے تھے کہ مثلاً کوئی کہے کہ گھر میں ''برہ'' ہے؟ اور اس کا جواب ہے کہ ''برہ'' نہیں ہے یعنی نیکی و بھلائی نہیں ہے '' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نام رکھا جائے جس کے پکارنے میں کوئی بے برکتی اور بدشگونی نہ ہو۔

اسی غزوہ میں اس منافق ملعون ابوالفضل نے جس کا نام عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا اور جو منافقوں کا سردار تھا اس نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ۔ (اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور عزت والے لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے) اس طرح اس نے مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر کی۔ اس ملعون نے یہ بات اس بنا پر کہی تھی کہ سنان (بکسر سین) بن وبرہ (بفتح واؤ و سکون باء) جہنی جو قبیلہ خزرج کی طرف سے عمرو بن عوف کا حلیف وہم سوگند تھا اور جہجاہ بن سعید غفاری جو کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اجیر و مزدور تھے ان دونوں کے درمیان کسی ادنیٰ سی بات پر جھگڑا واقع ہوا وہ جھگڑا یہ تھا کہ دونوں کے ڈول کنوئیں میں گر پڑے تھے اور یہ دونوں ڈول ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور مشابہ تھے ان دونوں میں سے ایک ڈول نکل آیا سنان نے کہا "یہ میرا ڈول ہے"۔ اور جہجاہ نے کہا "یہ میرا ڈول ہے" ارباب سیر کہتے ہیں کہ واقع میں یہ ڈول سنان کا تھا یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ جہجاہ نے ایک گھونسہ سنان کے منہ پر مار دیا اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ اس کے بعد سنان نے جو انصار کا حلیف تھا انصار سے استغاثہ کیا اور جہجاہ نے مہاجرین کی طرف رخ کیا دونوں طرف کی جماعتیں ہتھیار باندھ کر نکل آئیں قریب تھا کہ فتنے کی آگ بھڑک اٹھے کہ مہاجرین کے ایک گروہ نے سنان سے درخواست کی کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے سنان ان کے کہنے کی بنا پر اپنے حق سے دستبردار ہو گئے۔ یہ خبر جب عبداللہ ابن ابی منافق کو پہنچی اور یہ پہلے ہی گزر چکا ہے کہ اس غزوہ میں منافقین بھی ہمراہ تھے اور یہ منافق ملعون ابن ابی بھی از قبیلہ انصار تھا جب اس نے سنا کہ جہجاہ نے جو مہاجرین سے منتسب ہے سنان کے ساتھ جو انصار کا حلیف تھا ایسا سلوک کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت کی بنا پر کفر و نفاق کی رگ پھڑکی اور ان منافقوں سے جو اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا مہاجرین کے ہاتھوں میں جو اتنی قدرت و طاقت پیدا ہوئی ہے وہ ہمارے واسطہ سے ہے اور ان کے وجود کی بقا ہم سے وابستہ ہے وہ ایسا سلوک کرتے ہیں جس طرح کہ ہمارے

اور تمہارے درمیان یہ کہاوت مشہور ہے کہ سَمِّنْ کَلْبَکَ یَاْکُلُکَ اپنے کتے کو فربہ کرتا کہ وہ تجھے کھائے"۔ اور اس نے کہا اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور بہت زیادہ عزت والے وہاں سے ان کو جو بہت خوار ہیں نکال دیں گے۔ اس ملعون نے "اعز" سے مراد اپنے آپ کو لیا اور "اذل" سے مراد ذات بابرکات رسول خدا ﷺ کو لیا (نعوذ باللہ، واللہ اعلم)۔

جس مجلس میں اس ملعون نے یہ بات منہ سے نکالی تھی۔ حضرت زید بن رضی اللہ عنہ ارقم انصاری اس میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا نقل کر دیا اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی حضور ﷺ کی اس مجلس مبارک میں حاضر تھے حضور ﷺ نے زید کے قول کو منسوب بفرض رکھا۔ اور فرمایا ممکن ہے کہ ان کے سننے میں غلطی واقع ہوئی ہے اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اپنی بات کی سچائی کا یقین دلایا اس کے بعد اس منافق ملعون کی یہ بات پورے لشکر اسلام میں پھیل گئی اور انصار کی ایک جماعت نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم کی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ "تم نے ایک قوم کے سردار پر جھوٹ باندھا ہے"۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے یہ بات اس سے خود سنی ہے اور مجھے امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر اس سلسلہ میں ضرور وحی بھیجے گا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ میں اس منافق ملعون کی گردن اڑا دوں۔" حضور ﷺ نے فرمایا "اگر میں نے اس کے قتل کا حکم دیا تو لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے تھے۔" اس کے بعد حضور ﷺ نے سب کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا باوجودیکہ دھوپ اور ہوا بہت گرم و شدید تھی مگر مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام، منافقین کے بارے میں سوچ بچار نہ کر سکیں اور اس گفتگو میں نہ پڑیں اس پر حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہوئی جو آپ ﷺ نے اتنی شدت وتمازت میں کوچ کا حکم فرما دیا" حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھی یعنی عبداللہ بن ابی نے کیا کہا

ہے؟" حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اگر آپ چاہیں تو ہم اسے مدینہ سے نکال دیں کیوں کہ اعز آپ ہیں اور اذل وہ ملعون ہے اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے ہے۔" اس کے بعد انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! اس کے ساتھ نرمی اور مدارت فرمایئے کیوں کہ آپ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے تمام لوگ اس پر متفق تھے کہ مدینہ کی بادشاہی کا تاج اس کے سر پر رکھیں اور اسے مدینہ کا سردار اور امیر بنائیں لیکن آپ ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے اس کی امارت وحکومت کا امکان ختم ہو گیا اور اب اس کی بیچارگی اور حسد اسے ایسی بیہودہ باتیں کہنے پر مجبور کرتی ہے۔" بعض انصار نے حضور ﷺ کی مجلس شریف سے نکل کر اس ملعون منافق سے کہا کہ "اس قسم کی باتیں تیرے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے حضور میں ہوئی ہیں اگر تو نے ایسا کہا ہے تو چل کر معافی مانگ لے اور اگر نہیں کہا ہے تو انکار کر دے اور قسم کھا لے مگر خبردار جھوٹ نہ کہنا کیوں کہ قرآن تیری مذمت میں نازل ہو جائے گا۔" اس پر وہ ملعون منافق آیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے جسے زید رضی اللہ عنہ میری طرف منسوب کرتے ہیں"۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بہت غمزدہ اور دل شکستہ ہو گیا۔ اس کے بعد سورۂ منافقین نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا "تمہیں بشارت ہو کہ حق تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمائی اور اس منافق کی تکذیب کی۔ پھر حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ابن ابی کے پاس آئے اور اس کی خوب مذمت فرمائی اور فرمایا۔

"اٹھ اور حضور اکرم ﷺ کے پاس چل تاکہ حضور اکرم ﷺ تیرے لئے استغفار کریں۔"

وہ سیاہ باطن اپنی گردن جھٹکنے لگا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے چلو تاکہ رسول اللہ تمہارے

لئے استغفار کریں تو وہ سروں کو جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ حاضر ہونے سے کتراتے ہیں یہ لوگ متکبر و گردن کش ہیں۔"

مروی ہے کہ ابن ابی ملعون کا ایک لڑکا تھا جو مسلمان، موحد، مخلص اور محب بارگاہ نبوت تھا۔ لوٹتے وقت جب مسلمان وادی عقیق پر پہنچے تو وہ لڑکا سرراہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ جب اس کا باپ پہنچا اور اس نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو وہ اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے روک کر کہنے لگا۔

"کہو بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت والے حضور ﷺ ہیں اور سارے عالم میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار تو ہے"۔

جو بھی اس کیفیت کو دیکھتا تعجب کرتا۔ جب حضور ﷺ پہنچے اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ ابن ابی کا بیٹا اسے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے تلوار کھینچ کر روک رہا ہے اور اس کا باپ کہہ رہا ہے کہ

اَنَا اَذَلُّ مِنَ الصِّبْیَانِ وَاَنَا اَذَلُّ مِنَ النِّسَآءِ

"میں بچوں سے زیادہ ذلیل ہوں اور میں عورتوں سے زیادہ خوار ہوں"

مگر وہ بیٹا بدستور داخل ہونے میں مانع ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"چھوڑ دو کہ وہ داخل ہو جائے"

پھر اس نے باپ کا راستہ چھوڑ دیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب اتنی شدید اور تیز آندھی چلی کہ لوگوں نے گمان کیا شاید دشمنوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیا ہے اور وہ لوٹ مار کر رہے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا خوف نہ کرو، مدینہ طیبہ ہر آفت و خوف سے محفوظ ہے اور اس کا کوئی گوشہ اور کوئی گھاٹی ایسی خالی نہیں ہے جہاں کوئی

فرشتہ پاسبانی ومحافظت میں مقرر نہ ہو۔ لیکن آج کوئی عظیم النفاق منافق مرگیا ہے وہ زید بن رفاعہ تھا جو ابن ابی کا دوست تھا اور اس منافق کے مرنے سے ابن ابی کو بڑا رنج وملال ہوا تھا کیوں کہ یہ دونوں منافقین آپس میں بڑی محبت رکھتے تھے۔

حدیث میں اسی طرح ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ تیز آندھی چلنے سے مدینہ کے لوٹ مار ہونے کا خدشہ کہاں سے پیدا ہوا۔ تیز تیز آدھی کے چلنے سے اس منافق کے مرنے کا کیا تعلق ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس غزوے میں حضور ﷺ کے اٹھائیس دن صرف ہوئے۔

غزوۂ خندق

(ذی قعد پانچ ہجری)

۵ ہجری کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی۔ اس لئے یہ لڑائی ''جنگ خندق'' کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی۔ اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام ''جنگ احزاب'' (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

جنگ خندق کا سبب:۔

''قبیلہ بنو نضیر'' کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا ''خیبر'' میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن الحقیق وحی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی۔ چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ کفار قریش تو اس کے بھوکے ہی تھے۔ فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے ''قبیلہ بنو غطفان'' کا رخ کیا اور خیبر کی

آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرلیا پھر بنو غطفان نے اپنے حلیف "بنو اسد" کو بھی جنگ کے لئے تیار کرلیا۔ ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف "قبیلہ بنو اسد" کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر "قبیلہ بنو سلیم" کو بھی اپنے ساتھ ملالیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کرلیا۔ جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابو سفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔

مسلمانوں کی تیاری:۔

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگ احد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ و میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھودلی جائے تاکہ کفار کی پوری فوج بہ یک وقت حملہ آور نہ ہو سکے۔ مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے۔ اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا۔ مدینہ کا صرف ایک رخ کھلا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اس طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے۔ چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ھ کو حضور ﷺ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمادی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہو گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ خندق کے پاس تشریف لائے اور جب یہ دیکھا کہ انصار و مہاجرین کڑکڑاتے ہوئے جاڑے کے موسم میں صبح کے وقت کئی کئی

فاقوں کے باوجود جوش وخروش کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول ہیں تو انتہائی متاثر ہو کر آپ ﷺ نے یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَلْمُهَا جِرَةْ

''اے اللہ! بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔''

ان کے جواب میں انصار و مہاجرین نے آواز ملا کر یہ پڑھنا شروع کر دیا کہ

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَابَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر حضرت محمد ﷺ کی بیعت کر لی ہے۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہمیشہ کے لئے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ خود بھی خندق کھودتے اور مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر غبار کی تہہ جم گئی تھی اور مٹی اٹھاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جوش دلانے کے لئے رجز کے یہ اشعار پڑھتے تھے کہ

واللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

''اللہ کی قسم! اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔''

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

وَثَبِّتْ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقِيْنَا

''لہٰذا اے اللہ! تم ہم پر قلبی اطمینان اتار دے۔ جنگ کے وقت ہم کو

ثابت قدم رکھ۔

اِنَّ الْاُولٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا

اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

"یقیناً ان (کافروں) نے ہم پر ظلم کیا ہے اور جب بھی لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم لوگوں نے انکار کر دیا لفظ "ابینا" حضور ﷺ بار بار بہ تکرار بلند آواز سے دہراتے تھے۔

ایک عجیب چٹان:۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت ناگہاں ایک ایسی چٹان نمودار ہوگئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی۔ جب ہم نے بارگاہ رسالت ﷺ میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ ﷺ اٹھے۔ تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بھربھرے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا۔ ہر ضرب پر اس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں آپ ﷺ نے شام وایران اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارت دی۔

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدائن کسریٰ و مدائن قیصر و مدائن حبشہ کی فتوحات کا اعلان فرمایا۔

حضرت جابر کی دعوت:۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاقوں سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا دیکھ کر میرا دل بھر آیا چنانچہ میں حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ کو صبر کی تاب نہیں

رہی۔ کیا گھر میں کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں ایک صاع جو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ تم جلدی سے اس جو کو پیس کر گوندھ لو اور اپنے گھر کا پلا ہوا ایک بکری کا بچہ میں نے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بنا دیں اور بیوی سے کہا کہ جلدی سے تم گوشت روٹی تیار کر لو۔ میں حضور ﷺ کو بلا کر لاتا ہوں چلتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف حضور ﷺ اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا۔ کھانا کم ہی ہے کہیں مجھے رسوا مت کر دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خندق پر آ کر چپکے سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک بکری کے بچے کا گوشت میں نے گھر میں تیار کرایا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرما لیں۔ یہ سن حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت طعام دی ہے۔ لہٰذا سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھا لیں۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں روٹی مت پکوانا۔ چنانچہ جب حضور ﷺ لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاری جائے۔ پھر روٹی پکنی شروع اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دینا شروع کیا۔ ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھا لیا۔ مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولھے پر بدستور جوش مارتی رہی۔

بابرکت کھجوریں:۔

اسی طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ میں کچھ کھجوریں لے کر آئی حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ کچھ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے میرے باپ کے ناشتہ کے لئے بھیجی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو اپنے دست مبارک میں لے کر ایک کپڑے پر بکھیر دیا اور تمام اہل خندق کو بلا کر فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ چنانچہ تمام خندق والوں نے شکم سیر ہو کر ان کھجوروں کو کھایا۔

یہ دونوں واقعات حضور سرور کائنات ﷺ کے معجزات میں سے ہیں۔

اسلامی افواج کی مورچہ بندی:۔

حضور اقدس ﷺ نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعوں میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر سلع پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ ﷺ کی پشت پر تھا اور آپ ﷺ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

کفار کا حملہ:۔

کفار قریش اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور و شور کے ساتھ مدینہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا۔ اس خوفناک چڑھائی اور لشکر کفار کے دل بادل کی معرکہ آرائی کا نقشہ قرآن کی زبان سے سنیئے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۔ (احزاب)

"جب کافر تم پر آ گئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس (خوف سے) آ گئے اور تم اللہ پر (امید و یاس سے) طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ مسلمان آزمائش اور امتحان میں ڈال دیئے گئے اور وہ بڑے زور کے زلزلے میں جھنجھوڑ کر رکھ دیئے گئے۔"

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے۔ وہ کفار کے اس لشکر کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگنی شروع کر دی جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ط
وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا۔ (احزاب)

''اور ایک گروہ (منافقین) ان میں سے نبی کی اجازت طلب کرتا تھا منافق کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے ہوئے نہیں تھے۔ ان کا مقصد بھاگنے کے سوا کچھ بھی تھا۔''

لیکن اسلام کے سچے جاں نثار مہاجرین و انصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ ''سلع'' اور ''احد'' کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں ان جاں نثاروں کی ایمانی شجاعت کی تصویر صفحات قرآن پر بصورت تحریر دیکھئے۔ ارشاد ربانی ہے کہ۔

وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ لا قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔

''اور جب مسلمانوں نے قبائل کفار کے لشکروں کو دیکھا تو بول اٹھے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کا رسول دونوں سچے ہیں اور اس نے ان کے ایمان واطاعت کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

بنو قریظہ کی غداری:۔

قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی اب تک غیر جانب دار تھے لیکن بنو نضیر کے یہودیوں

نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر کفار میں شامل کر لینے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ حی بن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ پہلے تو اس نے اپنا دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ ہم محمد ﷺ کے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو ہمیشہ اپنے عہد کا پابندہ پایا ہے۔ اس لئے ہم ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت سمجھتے ہیں۔ مگر بنونضیر کے یہودیوں نے اس قدر شدید اصرار کیا اور طرح طرح سے ورغلایا کہ بالآخر کعب بن اسد معاہدہ توڑنے کے لئے راضی ہو گیا۔ بنوقریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور کفار سے مل گئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بنوقریظہ کے پاس بھیجا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ واقعی بنوقریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ جب ان دونوں معزز صحابیوں نے بنوقریظہ کو ان کا معاہدہ یاد دلایا تو ان بدذات یہودیوں نے انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ اور معاہدہ کس کو کہتے ہیں؟ ہمارا کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا۔ یہ سن کر دونوں حضرات واپس آ گئے اور صورت حال سے حضور ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا کہ مسلمانو، تم اس سے نہ گھبراؤ۔ نہ اس کا غم کرو۔ اس میں تمہارے لئے بشارت ہے۔

کفار کا لشکر جب آگے بڑھا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ایک مہینے تک کفار شہر مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑے رہے اور یہ محاصرہ اس سختی کے ساتھ قائم رہا کہ حضور ﷺ اور صحابہ پر کئی کئی فاقے گزر گئے۔

کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف اس لئے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قلعوں میں پناہ گزین تھے۔ مگر حضور ﷺ نے جہاں خندق کے مختلف حصوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرما دیا تھا کہ وہ کفار کے حملوں کا

مقابلہ کرتے رہیں۔ اسی طرح عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین کر دیا تھا۔

انصار کی ایمانی شجاعت:۔

محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر حضور ﷺ نے خیال کیا کہ کہیں مہاجرین وانصار ہمت نہ ہار جائیں اس لئے آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصن سے اس شرط پر معاہدہ کر لیں کہ وہ مدینہ کی ایک تہائی پیداوار لے لیا کرے اور کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دے۔ مگر جب آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر چکی ہے جب تو ہمیں اس سے انکار کی مجال ہی نہیں ہوسکتی اور اگر یہ ایک رائے ہے تو یارسول اللہ ﷺ جب ہم کفر کی حالت میں تھے اس وقت تو قبیلہ غطفان کے سرکش کبھی ہمارے ایک کھجور نہ لے سکے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسلام اور آپ ﷺ کی غلامی کی عزت سے سرفراز فرمادیا ہے تو بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ ہم اپنا مال ان کافروں کو دے دیں گے؟ ہم ان کفار کا کھجوروں کا انبار نہیں ہے۔ بلکہ نیزوں اور تلواروں کی مار کا تحفہ دیتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کو پورا پورا اطمینان ہو گیا۔

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہوسکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر پار کریں۔ مگر دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے۔ آخر ایک روز عمرو بن عبدود، وعکرمہ بن ابوجہل وہبیرہ بن وہب وضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو۔ آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتا دو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آ گئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی

کچھ کم تھی گھوڑا کود کر خندق کو پار کر لیا۔

عمرو بن عبدود مارا گیا:۔

سب سے آگے عمرو بن عبدود تھا۔ یہ اگرچہ نوے برس کا خرانٹ بڈھا تھا۔ مگر ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا۔ تین مرتبہ اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلہ کو آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "شیرِ خدا" نے اٹھ کر جواب دیا کہ "میں"۔ حضور ﷺ نے روکا کہ اے علی! یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو بن عبدو ہے۔ لیکن میں اس سے لڑوں گا۔ یہ سن کر تاجدارِ نبوت ﷺ نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے دست مبارک سے حیدر کرار کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سرِ انور پر عمامہ باندھا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو علی کی مدد فرما۔ حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مجاہدانہ شان سے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دونوں میں اس طرح مکالمہ شروع ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ : اے عمر بن عبدود! تو مسلمان ہو جا!

عمرو بن عبدود : یہ مجھ سے کبھی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ : لڑائی سے واپس چلا جا!

عمرو بن عبدود : یہ مجھے منظور نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ : تو پھر مجھ سے جنگ کر۔

عمرو بن عبدود : ہنس کر کہا کہ میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی مجھ کو جنگ کی دعوت دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ : لیکن میں تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں۔

عمرو بن عبدود : آخر تمہارا نام کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ : علی بن ابی طالب۔

عمرو بن عبدود : اے بھتیجے! تم ابھی بہت ہی کم عمر ہو۔ میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ : لیکن میں تمہارا خون بہانے کو بے حد پسند کرتا ہوں۔

عمرو بن عبدود خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سُن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیدل تھے اور یہ سوار تھا۔ اس پر جو غیرت سوار ہوئی تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر آگے بڑھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے اس وار کو اپنی ڈھال پر روکا۔ یہ وار اتنا سخت تھا کہ تلوار ڈھال اور عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی۔ گو بہت گہرا زخم نہیں لگا مگر پھر بھی زندگی بھر یہ طغریٰ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر یادگار بن کر رہ گیا۔ حضرت علی شیر اللہ رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر للکارا کہ اے عمرو! سنبھل جا۔ اب میری باری ہے۔ یہ کہہ کر اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ نے ذوالفقار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ تلوار دشمن کے شانے کو کاٹتی ہوئی کمر سے پار ہو گئی اور وہ تلملا کر زمین پر گرا اور دم زدن میں مرکر فی النار ہو گیا اور میدان کارزار زبانِ حال سے پکار اٹھا کہ

شاہ مردان، شیر یزداں قوت پروردگار

لَافَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوْ الْفِقَار

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا اور منہ پھیر کر چل دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبد کی زرہ کیوں نہیں اتار لی۔ سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی زرہ نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! ذوالفقار کی مار سے وہ اس طرح بے قرار ہو کر زمین پر گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ اس لئے حیا کی وجہ سے میں

نے منہ پھیر لیا۔

نوفل کی لاش:۔

اس کے بعد نوفل غصہ میں بپھرا ہوا میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس پر بجلی کی طرح جھپٹے اور ایسی تلوار تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور تلوار زین کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی کمر تک پہنچ گئی۔ لوگوں نے کہا کہ اے زبیر! تمہاری تلوار کی تو مثال نہیں مل سکتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تلوار کیا چیز ہے؟ کلائی میں دم خم اور ضرب میں کمال چاہئے۔ ہیرہ اور ضرار بھی بڑے طنطنہ سے آگے بڑھے مگر جب ذوالفقار کا وار دیکھا تو لرزہ براندام ہو کر فرار ہو گئے۔ کفار کے باقی شہسوار بھی جو خندق کو پار کر کے آگئے تھے وہ سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ تو اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اپنا نیزہ پھینک کر بھاگا اور خندق کے پار جا کر اس کو قرار آیا۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ نوفل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بعض نے یہ کہا کہ نوفل حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑے کو کودا کر خندق کو پار کرنا چاہتا تھا کہ خود ہی خندق میں گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔ بہر حال کفار مکہ نے دس ہزار درہم میں اس کی لاش کو لینا چاہا تاکہ وہ اس کو اعزاز کے ساتھ دفن کریں۔ حضور ﷺ نے رقم لینے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم کو اس لاش سے کوئی غرض نہیں۔ مشرکین اس کو لے جائیں اور دفن کریں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس دن کا حملہ بہت ہی سخت تھا۔ دن بھر لڑائی جاری رہی اور دونوں طرف سے تیر اندازی اور پتھر بازی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کسی مجاہد کا اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن تھا۔ خالد بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ ایک جگہ سے خندق کو پار کر لیا اور بالکل ہی ناگہاں حضور ﷺ نے خیمہ اقدس پر حملہ آور ہو گیا مگر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر دوڑ پڑے اور خوب جم کر لڑے۔ اس لئے کفار خیمہ اطہر تک نہ پہنچ سکے۔

اس گھمسان کی لڑائی میں حضور ﷺ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی ہے پھر آپ ﷺ نے وادی بطحان میں سورج غروب ہو جانے کے بعد نماز عصر قضا پڑھی۔ پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی اور کفار کے حق میں یہ دعا مانگی کہ

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ۔

"اللہ! ان مشرکوں کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے ان لوگوں نے ہم کو نماز وسطیٰ سے روک دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔"

جنگ خندق کے دن حضور ﷺ نے یہ دعا بھی فرمائی کہ

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

"اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے! تو ان کفار کے لشکروں کو شکست دیدے۔ اے اللہ ان کو شکست دے اور انہیں جھنجوڑ دے۔"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خطاب ملا:۔

حضور ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار مدینہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور کسی کے لئے شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا تین دفعہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے؟ تینوں مرتبہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

کے فرزند ہیں یہ کہا کہ ''میں یا رسول اللہ ﷺ خبر لاؤں گا'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس جان نثاری سے خوش ہو کر تاجدار عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ

''ہر نبی کیلئے حواری (مددگار خاص) ہوتے ہیں اور میرا ''حواری'' زبیر ہے۔''

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے ''حواری'' کا خطاب ملا جو کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا:۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت ہی کم ہوا۔ یعنی کل چھ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے مگر انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اعظم تھے۔ اس جنگ میں ایک تیر سے زخمی ہو گئے اور پھر شفایاب نہ ہو سکے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے جوش میں بھرے ہوئے نیزہ لے کر لڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی ایک رگ جس کا نام اکحل ہے وہ کٹ گئی جنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج کرنا شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کے زخم کو دو مرتبہ داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے شوق شہادت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ:

''یا اللہ! تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے جنگ کرنے کی مجھے اتنی زیادہ تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے۔ جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ میرا تو یہی

خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا
خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو۔
جب تو مجھے زندہ رکھ تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جہاد
کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے
اس زخم کو تو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے موت عطا فرما دے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ رضی اللہ عنہ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہ کر مسجد نبوی کے اندر بنی غفار کے خیمہ میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہارے خیمہ سے بہہ کر ہماری طرف آرہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی زخم میں ان کی وفات ہوگئی۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ حاضر ہوئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں مشک کی خوشبو آنے لگی۔

عین وفات کے وقت حضور انور ﷺ ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمال نبوت کا نظارہ کیا اور کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ پھر با آواز بلند یہ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری:۔

جنگ خندق میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ ساری مسلمان فوج خندق کی طرف مصروف جنگ ہے تو جس قلعہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے یہودیوں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی دروازہ تک پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ لیا اور حضرت حسان بن ثابت

رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس یہودی کو قتل کردو۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو یہاں کا حال و ماحول بتا دے گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اس وقت ہمت نہیں پڑی کہ اس یہودی پر حملہ کریں۔ یہ دیکھ کر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج موجود ہے۔ اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کی۔

کفار کیسے بھاگے:۔

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ قبیلہ غطفان کے بہت ہی معزز سردار تھے اور قریش و یہود دونوں کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو ان کے اسلام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں یہ درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں یہودیوں اور قریش دونوں سے ایسی گفتگو کروں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے یہود اور قریش سے الگ الگ کچھ اس قسم کی باتیں کیں جس سے واقعی دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابوسفیان شدید سردی کے موسم، طویل محاصرہ، فوج کا راشن ختم ہو جانے سے حیران و پریشان تھا۔ جب اس کو یہ پتا چلا کہ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ بالکل ہی بددل ہو گیا۔ پھر ناگہاں کفار کے لشکر پر قہر و قہار و غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسی طوفان خیز آندھی آئی کہ دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ ہو گئیں۔ خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور کافروں پر ایسی وحشت اور دہشت سوار ہو گئی کہ انہیں راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا۔ یہی وہ آندھی ہے جس کا ذکر اللہ قدوس نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ

جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ۔ (احزاب)

''اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آ پڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔''

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ راشن ختم ہو چکا۔ موسم انتہائی خراب ہے۔ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے۔ یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا قبیلہ غطفان کا لشکر بھی چل دیا۔ بنوقریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔

غزوۂ بنی قریظہ

(ذی قعدہ یوم چہارشنبہ ۵ ہجری)

ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ خندق کے متصل ہی غزوۂ بنو قریظہ واقع ہوا۔ بنی قریظہ کا قبیلہ یہودیوں کا تھا اور یہ قبیلہ بنی نضیر کا ہم پلہ بہت بڑا قبیلہ تھا بادی النظر میں لوگوں کو ایسا وہم ہوتا ہے کہ یہ غزوۂ اس بنا پر واقع ہوا کہ انہوں نے نقض عہد کیا تھا اور قریش کی حمایت میں کمر بستہ ہو کر آ گئے تھے۔ ان میں حی بن اخطب جس نے بنو قریظہ کو نقص عہد پہ آمادہ کیا تھا یہ ان کے ساتھ ہی رہ پڑا تھا۔ انہیں چاہیئے تو یہ تھا کہ بانی شر و فساد سے قطع تعلق کر کے نکال باہر کرتے مگر حقیقتاً اس غزوۂ کا باعث یہ نہ تھا بلکہ حضور اکرم ﷺ کے غزوۂ خندق سے واپسی کے فوراً بعد جبریل علیہ السلام کاشانۂ نبوت میں آئے اور عجلت دکھاتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً اور اسی وقت بنی قریظہ پر پہنچنا چاہیئے اور انہیں مہلت نہ دینی چاہیئے اور یہ کہ میں (جبریل علیہ السلام) نے اور میرے ساتھ بہت سے فرشتوں نے ابھی جسموں سے ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو اسی روزہ غزوۂ بنی قریظہ واقع ہوا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے گھر میں رونق افروز تھے اور سر و تن مبارک سے گرد و غبار کو جھاڑ کر جسم اقدس سے ہتھیار اتار کر غسل فرما رہے تھے ایک روایت میں ہے کہ سر مبارک کے ایک جانب کو دھولیا تھا اور دوسری جانب کو ابھی دھویا نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے چونکہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب غزوۂ سے یا کسی سفر

سے تشریف لاتے تو پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے اور ان کو بوسہ دیتے اچانک ایک شخص نے گھر کے باہر سے سلام عرض کیا۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لائے میں بھی ان کے پیچھے دروازہ پر چلی گئی۔ یہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے جن کے چہرے پر اور ان کے سامنے کے دانتوں پر غبار جما ہوا تھا اور سفید اونٹ پر سوار تھے حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے ان کے سر سے گرد کو جھاڑا انہوں نے حضور ﷺ سے کچھ باتیں کیں جب گھر میں تشریف لائے تو فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے اور انہوں نے مجھے حکم رب پہنچایا ہے کہ میں فوراً بنو قریظہ کی جانب متوجہ ہو جاؤں ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ سر پر استبرق کا عمامہ باندھے خچر پر سوار جس پر قطیفہ دیبا کی چادر تھی سوار ہو کر آئے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریل علیہ السلام آئے اور کہا آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے مگر ہم نے ابھی تک نہیں اتارے چلئے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلیں۔ خدا کی قسم میں جا کر ان کے قلعوں میں تہلکہ ڈالتا ہوں اور ان کو پامال کرتا ہوں اور ان میں زلزلہ ڈالتا ہوں جس طرح کہ مرغی کے انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ واپس چلے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں نے کوچہ بنی غنم میں جبریل علیہ السلام کی سواری سے گرد و غبار کو اڑتا ہوا دیکھا اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں اعلان کر دیں اور کہہ دیں کہ اے خدا کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ اور ان کو بتا دو کہ جو خدا کے حکم کا فرمانبردار اور ماننے والا ہے اسے چاہئے کہ نماز عصر بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا اور ان کے ہاتھ میں علم دیا اور حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور اپنے گھوڑے پر جس کا نام لحیف تھا سوار ہوئے۔ آپ مسلمانوں کو تیار کر کے تشریف لے چلے آپ کے داہنے ہاتھ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں ہاتھ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آگے آگے مہاجرین و انصار کے اکابر حضرات

تھے۔ یہ سب تین ہزار کا لشکر تھا۔ ان میں چھتیس گھوڑے تھے۔ راہ میں بنی نجار کو ملاحظہ فرمایا کہ سوار ہو کر انتظار میں کھڑے ہیں۔ دریافت فرمایا تم سے یہ کس نے کہا کہ ہتھیار پہن کر انتظار میں کھڑے رہنا۔ انہوں نے کہا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، فرمایا ''وہ جبریل علیہ السلام تھے جو پہلے روانہ ہوئے ہیں۔'' جب عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور حضور ﷺ کے اس ارشاد کو کہ ''عصر کی نماز نہ پڑھیں مگر بنو قریظہ میں'' تو اسے تاکید و مبالغہ اور جلد تر پہنچنے پر محمول کیا اور بعض صحابہ نے نماز عصر نہ پڑھی مگر جب بنو قریظہ پہنچ گئے اور انہوں نے عشاء کے وقت بعد نماز عشاء ادا کی اور ان کا یہ عمل حکم ظاہر پر عمل کرنے میں تھا۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے اپنے ارشاد میں نماز عصر نہ پڑھنے کا حکم دیا تھا کہ بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھیں حضور ﷺ نے دونوں جماعتوں کے عمل کو مسلم و برقرار رکھا اور یہ قضیہ ان مجتہدین کرام کے لئے بھی حجت بنتا ہے جو اپنی رائے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں اور اہل ظواہر محدثین کی جماعت کے لئے بھی حجت بنتا ہے جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور رائے اور اجتہاد کو داخل نہیں کرتے۔

حضور اکرم ﷺ بنی قریظہ کی بستی میں شام اور سونے کے وقت کے درمیان پہنچے اور بقول ابن اسحٰق پچیس روز محاصرہ کیا ابن سعد کی روایت میں پندرہ روز ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دن سے رات تک ان پر تیر برساتے تھے کہتے ہیں کہ ان ایام محاصرہ میں کھانا کھجوروں کا تھا۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ کتنا اچھا کھانا ہے'' جب محاصرہ نے طول کھینچا تو حق تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب و خوف ڈالا اور وہ کہنے لگے ہم بنی نضیر کی مانند جلا وطنی اختیار کرتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیجئے تاکہ ہم اپنے بال بچوں کے ساتھ نکل جائیں اور جتنا کچھ ہمارے اونٹ سامان اور ہتھیار اٹھا سکیں لے جائیں حضور ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا پھر کہنے لگے ہم مال و اسباب اور ہتھیاروں سے بھی دستبردار ہوتے ہیں ہمیں اجازت دیجئے کہ اپنے بیوی بچوں کا ہاتھ پکڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں حضور ﷺ نے

فرمایا اِلَّا اَنۡ تَنۡزِ لُوۡاعَلَیَّ مگر یہ کہ تم سب میرے حضور حاضر ہو۔ اس پر وہ سب حیران ہو کے رہ گئے اس کے بعد کعب بن اسد جو یہودیوں کا سردار تھا اور حی بن اخطب ملعون جو کعب کی امان میں اس سے عہد باندھ کر اس کے قلعہ میں گھس آیا تھا اور وہ بھی اس مجلس میں موجود تھا دونوں نے اپنی قوم سے کہا ''اے گروہ یہود محمد (ﷺ) پر ایمان لے آؤ کیوں کہ یہ وہی خدا کے رسول ہیں جن کے اوصاف تورات میں بتائے گئے ہیں اور تم بھی جانتے ہو کہ یہ وہی نبی آخرالزمان ہیں ہم نے ان کی تکذیب اور ان کا انکار، حسد اور عناد کی بنا پر کیا ہے اگر تم ایمان لے آئے تو تمہارے مال تمہاری جانیں سب سلامت رہیں گی۔'' یہودیوں نے اس سے انکار کیا اور کہنے لگے ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے اور تورات پر کسی اور کتاب کو فوقیت نہیں دے سکتے۔ سبحان اللہ کتنی جہالت عناد اور شقاوت ہے کہ باوجود علم و معرفت کے اور یہ جانتے ہوئے کہ دنیا و آخرت کی سلامتی اسی میں ہے قبول نہیں کر سکتے۔

''وہ آپ کو خوب جانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں
انہوں نے آپ کا انکار کیا اور ان کے نفسوں نے ان کو ورغلایا۔''

تورات بھی ان کو یہی حکم دیتی ہے مگر اس کے باوجود اس کا سردار کعب بھی ایمان نہ لایا اور انقیاد و اطاعت نہ کی اور ان کی پیروی میں جہنم رسید ہو گیا محض اس خوف سے کہ لوگ کہیں گے کہ جان کے ڈر سے ایمان لے آیا اور اس کی قوم اسے برا کہے گی۔ اس کے بعد کعب نے اپنی قوم سے کہا میں تم کو تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں ایک یہ کہ تم ایمان لے آؤ جیسا کہ میں نے کہا دوسرے اگر تم اس سے انکاری ہو تو آؤ ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے باہر نکلیں اور محمد و اصحاب محمد (ﷺ) سے جنگ کریں اور پھر دیکھیں خدا کیا کرتا ہے اگر مارے جائیں اور ہلاک ہو جائیں تو کسی کو اپنے پیچھے نہ چھوڑیں گے جو ذلیل و رسوا ہوں اور اگر ہم کامیابی پا گئے تو عورتیں اور بچے پھر پیدا ہو جائیں گے یہود کہنے لگے ''یہ کیسے گوارہ کریں کہ بےگناہوں کو مار ڈالیں اور وہ زندگانی بھی کوئی زندگانی ہے جو بیوی

بچوں اور عزیزوں کے بغیر گزاری جائے'' پھر اس نے کہا ''اگر تم یہ بھی نہیں کر سکتے تو آؤ آج رات ہفتہ کی رات ہے محمد ﷺ اور اصحاب محمد (ﷺ) تم سے بے خوف ہوں گے اچانک رات میں ان پر حملہ کریں اور شب خون ماریں اور دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے''۔ یہود نے کہا اس رات کی تعظیم ہمارے دین میں ہے کس طرح ہم پچھلوں کی مانند اس کی بے حرمتی کریں اور اس سزا کے مستوجب بنیں جو مسخ و خسف وغیرہ کی ہے۔

اس غزوہ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ابولبابہ رفاعہ بن عبد المنذر راوی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کیوں کہ وہ ان کے دوست اور حلیف تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو بلایا تا کہ ان کے پاس جائیں اور وہ اپنے کام میں ان کے ساتھ مشورہ کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس بھیجا جب قلعہ میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو یہود ان کے استقبال کے لئے آئے اور یہود کی عورتیں اور بچے ان کے آگے رونے پیٹنے لگیں اور محاصرہ کی شدت اور اپنے حال کی پریشانی کی شکایت کرنے لگے اس طرح پر کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو رحم آ گیا یہود ان سے پوچھنے لگے کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ ہم اتر جائیں انہوں نے کہا ہاں اتر جاؤ اور ساتھ ہی ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا مطلب یہ کہ اگر تم اترو گے تو تم ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ معاً اس بات کے کہتے ہی ابولبابہ رضی اللہ عنہ پشیمان ہوئے اور استغفار پڑھنے لگے اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں خیانت کی ہے اس کے بعد ابولبابہ رضی اللہ عنہ قلعہ سے شرمندہ اور گریہ کناں نکلے بغیر اس کے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اپنے ساتھیوں سے ملیں۔ مسجد نبوی شریف میں پہنچ کر مسجد کے ستون کے ساتھ خود کو باندھ دیا۔ (آج بھی وہ ستون مسجد نبوی شریف میں ''ستون ابو لبابہ رضی اللہ عنہ'' کے نام سے موسوم اور متعین ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے کہ ''اسطوانہ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ'' اور کہنے لگے میں یہاں سے اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک کہ حق تعالیٰ میرے اس گناہ کو نہ بخش دے اور لازم ہے کہ کوئی شخص مجھے اس ستون سے نماز کے سوا غیر

وقت نماز میں نہ کھولے اس وقت تک کہ جب تک کہ میری توبہ قبول نہ ہو جب حضور ﷺ کو اس کی خبر ملی تو فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں اگر میرے پاس آتے تو میں استغفار کرتا چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

> ''اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور اے حبیب تم بھی ان کے لئے استغفار کرو تو یقیناً وہ اللہ کو بہت توبہ کا قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔''

اب جبکہ انہوں نے خود درگاہِ حق میں حاضر ہو کر خود کو باندھ لیا ہے تو میں اس وقت تک انہیں نہیں کھول سکتا جب تک کہ حق تعالیٰ ان کے گناہ کو نہ بخشے اور ان کی توبہ کو قبول نہ فرمائے۔ ان کی بیٹی آتی وہ کھجوریں اِن کے منہ میں دیتی اور چند گھونٹ پانی پلا جاتی تھی نماز کے وقت ان کو کھولا جاتا تاکہ نماز پڑھیں یا قضائے حاجت کر لیں۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خود کو بڑی بھاری زنجیر سے باندھا تھا۔ یہاں تک کہ پندرہ دن اسی طرح گزر گئے۔ حتیٰ کہ ان کی سماعت جاتی رہی اور وہ نہ سن سکتے تھے اور قریب تھا کہ ان کی بینائی بھی جاتی رہے اسی طرح پندرہ دن گزرے اور ان کی توبہ کی قبولیت کی وحی آئی اور یہ اس طرح کہ حضور ﷺ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رونق افروز تھے سحر کا وقت تھا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ حضور ﷺ تبسم فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! کس بات پہ آپ کو ہنسی آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول کی گئی اور ان کے گناہ کو بخش دیا گیا'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں جا کر انہیں بشارت دیدوں'' فرمایا اگر تمہاری خواہش ہے تو جا کر بشارت دیدو''۔ اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ کے دروازے پر کھڑی ہوئیں یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے پھر سیدہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا "اے ابولبابہ رضی اللہ عنہ تمہیں بشارت ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی۔" اس کے بعد مسجد میں موجود حضرات دوڑے تاکہ انہیں کھولیں۔ انہوں نے کہا "اس وقت تک نہ کھولو جب تک حضور ﷺ خود تشریف لاکر اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں۔" جب حضور ﷺ نماز صبح کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو ان کی بندشوں کو کھولا۔ صاحب مواہب لدنیہ کہتے ہیں کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں مجاہد کی سند سے روایت کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد فَاعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ۔ (تو انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا) حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے جس وقت کہ انہوں نے یہود کے کہنے پر اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا محمد (ﷺ) تم کو ذبح کر دیں گے اگر تم میرے حکم سے نیچے اترو گے اور بیہقی نے کہا اور محمد ابن اسحاق نے بھی یہی گمان کیا کہ ان کا بندھنا اسی دوران میں تھا اور ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی روایت پہنچی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد نبوی میں ان کا بندھنا ان کے تخلف یعنی پیچھے رہ جانے کی وجہ سے غزوۂ تبوک سے تھا جیسا کہ ابن المسیب نے کہا ہے اور اسی وقت مذکورہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے پوشیدہ نہ رہنا چاہئے کہ مشہور وہی پہلا قول ہے اور کتب سیر میں یہی لکھا ہے اب رہا تبوک سے تخلف کا واقعہ تو وہ ان تین شخصوں کے ساتھ منحصر و موقوف ہے جس کو قرآن نے بیان کیا ہے کہ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ مگر وہ حضرات جو تخلف کو تین شخصوں پر منحصر نہیں کہتے اور کچھ ان کے ماسوا بھی بتاتے ہیں جن میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں تو ان میں سے توبہ کی مقبولیت ان تین شخصوں کے ساتھ ہے۔ (واللہ اعلم)

القصہ جب بنو قریظہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو وہ مطیع ہو کر قلعہ سے اتر کر باہر آنے پہ راضی ہو گئے۔ اور وہ بارگاہِ نبوت کے حکم پر عاجز و مجبور ہو گئے۔ اور طے پایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ جو فیصلہ کریں گے تسلیم ہے۔ پھر حضور ﷺ نے محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کو حکم دیا کہ ان یہودیوں کے مردوں کے ہاتھوں کو ان کی گردن سے باندھ دو اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن سلام کو حکم دیا کہ ان کی عورتوں، بچوں اور ان کے مال و متاع کو جمع کرو۔ ارباب سیر

کہتے ہیں کہ اس قلعہ سے پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہ، دو ہزار نیزے، پندرہ سو ڈھالیں برآمد ہوئیں اور بکثرت مال و متاع نکلا، گائے بھینس، بکری اور جانوروں کا تو شمار ہی نہیں۔ اس پر قبیلہ اوس کے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! جس طرح بنی قینقاع کے بارے میں جو کہ عبداللہ بن ابی منافق کے حلفاء تھے رحم و کرم فرمایا تھا اور ان کے سات سو آدمیوں کو جن میں چار سو زرہ پوش تھے بخش دیا تھا اب بنی قریظہ کے بارے میں جو ہمارے حلیف ہیں اور عہد شکنی پر پشیمان و شرمندہ ہیں معارف فرمائیں اور ان کے جرموں سے درگزر فرمائیں حضور ﷺ نے اوسیوں کے جواب میں کچھ نہ فرمایا اور شانِ بے نیازی دکھائی اس کے بعد کسی کو حضرت سعد بن معاذؓ کو جو زخمی ہونے کی وجہ سے اس غزوہ کی شرکت سے پیچھے رہ گئے تھے بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو دراز گوش پر سوار کر کے لائے۔ جب یہ بنی قریظہ کے نواح میں پہنچے تو اوسیوں کی جماعت نے ان کو جالیا اور کہنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کا فیصلہ آپ پر چھوڑا ہے اور بنی قریظہ آپ کے حلیفوں میں سے ہیں انہوں نے سب سے منہ موڑ کر اپنی امیدیں آپ سے وابستہ کر رکھی ہیں۔" آپ نے عبداللہ بن ابی کو دیکھا کہ اس نے اپنے حلیفوں کو جو بنی قینقاع تھے کس طرح کوشش کر کے چھڑایا ہے آپ بھی بنی قریظہ کے حق میں شفقت و مرحمت کا مظاہرہ فرمائیں تاکہ وہ قتل کی مصیبت سے نجات پائیں۔" قبیلہ اوس کے لوگوں نے طرح طرح سے منت و سماجت کی مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور ان کو کوئی جواب نہ دیا جب ان کی منت و سماجت حد سے بڑھ گئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ راہ خدا میں مجرموں کی سفارش کی جائے۔" اس پر وہ ناامید ہو گئے اور سمجھ لیا کہ ان کے قتل کا حکم ہوگا اور جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مجلس مبارک کے قریب پہنچے بخاری میں آیا ہے کہ جب مسجد کے قریب آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اوس کی جماعت کھڑی ہو گئی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دراز گوش سے اتار کر لائے اور

ان کے نیچے چمڑے کا فرش بچھایا گیا۔ بعض لوگ اس سے قیام کے ثبوت پر استدلال کرتے ہیں کہ مجلس میں داخل ہونے والے کے لئے کھڑا ہو جائے جیسا کہ آج بھی متعارف ہے۔

مگر ان کا استدلال نامکمل ہے اس لئے کہ یہ قیام حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دراز گوش سے اتارنے کے لئے تھا کیوں کہ وہ زخمی تھے اور وہ جسیم اور عظیم الجثہ شخص تھے تعظیم و تکریم غرض نہ تھی۔ اس لئے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں مروی ہے اور السید کم نہ فرمایا تعجب ہے کہ روضۃ الاحباب میں بسید کم نقل کیا ہے اور اس نکتہ کا انہوں نے لحاظ نہ رکھا اور اس حدیث کے شارحین فرماتے ہیں کہ اگر بقصد تعظیم و تکریم بھی ہو تو اس دن اس میں مصلحت تھی کیوں کہ ان کو فیصلہ اور حکم دینے کے لئے بلایا گیا تھا۔ اور ان کے لئے اتنا اہتمام کرنا کہ فرش بچھایا گیا اور ان کی اتنی تعظیم و توقیر کی گئی یہ سب ان کے حکم کو ماننے اور ان کے آگے سر اطاعت جھکا دینے کے لئے تھا اب رہا مسجد کا مطلب! جو بخاری کی روایت میں آیا ہے تو یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نے بنی قریظہ کے علاقہ میں نماز کے لئے ایک جگہ خط کھینچ دیا تھا اور اقامت کے دوران اس میں نمازیں پڑھتے تھے اس سے مسجد نبوی شریف مراد نہیں ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھ گئے تو ان کے زخم سے خون رک گیا۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے پھر وہی نرمی و شفقت کرنے کی بات حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بنی قریظہ کے یہود کے لئے شروع کر دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق تم سے ہے کہ جو کچھ میں حکم کروں گا تم سب راضی ہو گئے" سب نے جواب دیا "ہم راضی ہوں گے"۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھ کے آپ سے خاص طور پر خطاب کرنے اور آپ کی طرف رخ کو متوجہ کرنے سے اجتناب کیا اور کہا کہ جو کوئی بھی یہاں موجود ہے میرے حکم پر راضی ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "حکم وہی ہے جو تم حکم کرو گے" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ "بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچے غلام و باندی بنائے جائیں اور ان کے ساز و سامان اور اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اے سعد رضی اللہ عنہ! ان کے بارے میں تم نے وہ حکم دیا ہے جو حق تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے حکم کیا تھا" ایک روایت میں ہے کہ "فرمایا تم نے حکم خدا کے ساتھ حکم دیا ہے"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اے سعد رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں حکم دو۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا "خدا اور اس کا رسول ﷺ ہی حکم دینے کا سزاوار ہے حضور ﷺ نے فرمایا بلاشبہ تمہیں حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ "ان کے بارے میں تم حکم کرو۔"

اس کے بعد حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ "بنی قریظہ کے ہاتھوں کو گردن میں بندھے ہوئے مدینہ طیبہ لے جاؤ اور قید کر دو" ارباب سیر کہتے ہیں کہ قید کی حالت میں ان کے آگے کھجوریں ڈالدی جائیں چونکہ ان کے ہاتھ بندھے ہوتے تھے وہ انہیں دانتوں سے اٹھا کر کھاتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ زمین میں خوب گہرا گڑھا کھودا جائے خندق کی مانند اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم سے تلواریں کھینچ کر ان کی گردنیں اڑائیں اور خون کو خندق میں بہا دیا، جب حی بن اخطب کو ہاتھ باندھے حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا "او دشمن خدا! بالآخر حق تعالیٰ نے تجھے میرے ہاتھ میں قید کرا دیا اور تجھ پر ذلت و خواری مسلط کر دی اور مجھ کو تجھ پر غالب کر کے حاکم بنایا" اب بھی وہ شقی، شوخی اور بے ادبی سے باز نہ آیا کہنے لگا "میں اپنے آپ کو آپ کی دشمنی و عداوت میں ملامت نہیں کرتا لیکن مَنْ یَّخْذُلِ اللّٰہُ مَالَہٗ مِنْ عَزِیْزٍ جس کو اللہ رسوا کرے اسے کوئی عزت نہیں ملتی میں نے اپنی عزت تلاش کی حق تعالیٰ نے آپ کو ظفر مند فرما دیا۔" یہ ملعون حضور ﷺ سے

انتہائی عداوت وعناد رکھتا تھا اور یہ حضور ﷺ کی عداوت پر بے اختیار تھا۔ جس وقت حضور ﷺ ہجرت فرما کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ حی بن اخطب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں صبح سے شام تک رہتا تھا اور منافقت برتتا تھا۔ جب شام کو اپنے گھر جاتا تو اس کا بھائی یاسر بن اخطب اس سے پوچھتا کہ کیا یہ وہی ہستی مقدس ہے جن کے اوصاف توراۃ میں ہم پڑھتے ہیں وہ کہتا "ہو ہو" یعنی یہ وہی ہیں لیکن میں اپنے دل میں بجز ملامت کے کچھ نہیں پاتا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے حی بن اطب کے لئے ذوالفقار کھینچی تو حی نے گردن سامنے کر دی یہاں تک کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تیغ مار کر اسفل السافلین پہنچا دیا اس کے بعد کعب بن اسد لائے حضور ﷺ نے فرمایا "اے کعب! ایمان لے آ۔ تو تو خوب جانتا ہے کہ میں رسول برحق ہوں" کعب نے کہا "میں آپ کی تصدیق تو کرتا ہوں اور آپ کی اطاعت کرتا ہوں لیکن اس شرم سے کہ لوگ کہیں گے کہ عاجز ہو کر جان کے خوف سے ایمان لے آیا میں دین یہود پر مرتا ہوں"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اسے بھی ان کے ساتھیوں سے ملا دو۔ اس دن، رات تک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے قتل میں مشغول رہے جب رات ہو گئی تو ان کے بقیہ کو مشعل کی روشنی میں جہنم رسید کیا گیا۔

جب مسلمان، بنو قریظہ کے یہود کے قتل سے فارغ ہو گئے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم کھل گئے اور خون بہنے لگا یہاں تک کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ ان کے سرہانے تشریف فرما تھے اور ان کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پہ رکھے ہوئے تھے۔ فرمایا "اے خدا سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے۔ انہوں نے تیرے رسول ﷺ کی تصدیق کی اور اسلام کے جو حقوق ان پر عائد تھے ادا کیے اور ان کی روح کو بہترین طریقے سے جس طرح تو اپنے محبوبوں کی روحوں کو قبض فرماتا ہے۔ قبض کر"۔ جب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی آواز سنی تو آنکھیں کھولیں اور کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ '' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اپنے سر کو حضور ﷺ کے زانوئے مبارک سے اٹھالیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے رخصت کی اجازت مانگی چند لمحہ بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ رحمت الٰہی سے واصل ہو گئے۔ استبرق کا عمامہ باندھے جبریل علیہ السلام آئے اور کہا ''اے حضور ﷺ! آپ کے اصحاب میں سے کسی نے وفات پائی ہے جس کی روح کے استقبال کے لئے آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں'' پھر حضور ﷺ ان کے مکان میں تشریف لے گئے اور ان کی تجہیز و تکفین فرمائی۔ فرمایا ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں موجود ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ طویل القامت اور بڑے تنومند تھے لیکن ان کا جنازہ بہت ہی ہلکا تھا۔ لوگ اس پر بہت حیران ہو رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا'' ان کے جنازہ کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اس بنا پر یہ ہلکا ہے''۔

نیز حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی قبر کے دباؤ سے محفوظ رہتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ ہوتے لیکن قبر نے اس بندہ صالح پر تنگی کی اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان پر کشادگی اور فراخی فرمائی اور فرمایا ان کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی جنبش میں آیا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے علماء اس کی تاویل میں مختلف الرائے ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے اور اہتزاز عرش یعنی اس کا حرکت کرنا............ یا تو حضرت سعد کی روح آنے کی خوشی میں یا ان کے جرنیکے حزن و ملال میں۔ اور حق تعالیٰ نے عرش میں تمیز و ادراک کو پیدا فرمایا جس کی بنا پر اسے فرح و خوشی اور غم و اندوہ حاصل ہوا۔ جیسا کہ پتھروں کے بارے میں فرمایا۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

بیشک کچھ پتھر ایسے ہیں جب وہ اللہ کے خوف سے نیچے اترتے ہیں اور یہی ظاہر حدیث ہے اور یہی مذہب مختار مازری کا ہے انہوں نے کہا کہ ظاہر عرش کی حرکت میں ہے

اور عقل کے اعتبار سے بھی یہ بعید نہیں ہے کیوں کہ عرش ایک جسم ہے اور اجسام حرکت و سکون کو قبول کرتے ہیں۔ اور بعض علماء اہتزاز ، سے بشارت اور سرور کا حاصل کرنا مراد لیتے ہیں۔ نہ کہ حرکت و جنبش عرب کا محاورہ ہے کہ فلاں شخص مکارم سے اہتزاز کرتا ہے۔ اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہوتی کہ فلاں جسم حرکت و اضطراب میں آ گیا۔ بلکہ اس سے خوشی و سرور مراد لیتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ان کی وفات کی تعظیم سے کنایہ ہے اور عرب کسی عظیم شئی کو عظیم اشیاء سے منسوب کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جہان تاریک ہو گیا اور اس کے مرنے سے قیامت قائم ہو گئی۔ اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اہتزاز سے مراد، جنازہ اور نعش ہے یہ بات باطل ہے اور اس کی مذکورہ صریح روایتیں رد کرتی ہیں۔ اور یہ مسلم ہے کہ اِهْتَزَّ لِمَوْتِهٖ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔ ان کی موت سے عرش الٰہی جنبش میں آیا، بعض کہتے ہیں کہ مراد حاملین عرش ہیں۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے حریر کا جوڑا پیش کیا گیا جسے صحابہ چھوتے اور اس کی نرمی پر حیرت و استعجاب کرتے تھے اور اعرابی کہتے تھے کہ یہ آسمان سے حضور ﷺ کے لئے بھیجا گیا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا رومال جنت میں، اس سے بہتر اور نرم تر ہے یہ غایت مبالغہ ہے اس لئے کہ رومال ادنیٰ اور کمتر کپڑا ہے جو بدن کو خشک کرنے اور میل وغیرہ پونچھنے کے کام آتا ہے لہٰذا جب یہ کپڑا اتنا نفیس و اعلیٰ ہے تو ان کے دیگر لباس کے کپڑے کا کیا حال ہو گا۔ یقیناً وہ اس سے بھی زیادہ نفیس و اعلیٰ ہوں گے۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے حکم دینے سے پہلے حضور اکرم ﷺ کو معلوم تھا کہ حکم الٰہی اس قضیہ میں یہی ہے انہوں نے خود ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حکم میں رضا مندی ظاہر کی تھی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دل میں الہام ہو گیا تھا کہ اس قضیہ میں خدا کا حکم یہی ہے اور رسول خدا ﷺ کی اسی میں رضا ہے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا "تم نے وہی حکم دیا ہے جو ساتوں آسمان سے حق تعالیٰ کا ہے۔" اس مقام میں اوس کے لوگوں کی نظر ظاہر میں

قاصر تھی۔ کیوں کہ انہوں نے ان کے لئے منت وسماجت کی تھی اور انہوں نے سابقہ عہدوں اور اس کے حقوق کو ملحوظ رکھا تھا وہ حق کو کیسے دیکھتے کہ یہی حق ہے۔ ظاہر کو دیکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے ظاہری کرم اور آپ کی چشم پوشی پر اعتماد کرتے ہوئے عرض کیا اسی بناء پر حضور ﷺ نے بھی ان کو جواب نہیں دیا اور خاموش وتغافل کو اختیار فرمایا۔ عفا اللہ عنھم ان کے سوا اور کسی صحابی نے اس بات میں دم نہ مارا، ایمان کامل اور اسلام صادق یہی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی نے کیا کہ تمام دن اور رات کے کچھ حصہ تک قتل کرنے اور خون بہانے میں مشغول رہے بعض طبیعتیں، ناقص، اور ٹیڑھی ہوں گی اگرچہ ان میں کفر کی کوئی رگ نہ ہو لیکن جہالت اور کفار کی بستیوں کے ہمسایہ رہنے کی وجہ سے ان کی خونریزی سے ان کی طبیعتوں میں ناگواری پیدا ہوئی ہوگی حتیٰ کہ اگر ایسے لوگوں سے کسی جانور کے ذبح کرنے کو کہا جائے تو وہ یہ بھی نہیں کرسکتے اگرچہ وہ جانور مرجائے۔ بعض درویشوں سے ایسی باتیں دیکھی گئی ہیں ان کو بھی شاید یہی عارضہ لاحق ہوتا ہوگا اور وہ اس پر قدرت نہ رکھتے ہونگے لیکن یہ گوشہ جہالت کے بغیر نہیں ہے اور جہالت عذر نہیں ہے اتباع چاہئے۔

اگر تم یہ کہو کہ اگر حکم الٰہی یہی تھا کہ اس قوم کے تمام لوگوں کو قتل کردیا جائے تو زبیر بن باطاء کو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کی عرض پر بخش دینا کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے زبیر بن باطاء کو بخش دینے کا حکم ہوا چونکہ بخش دینا اور اہل حرب کو فدیہ لیکر یا احسان کرکے امان دے کر چھوڑنا یہ بھی حکم شرع میں سے ہے۔

غزوۂ خیبر

(محرم الحرام ۷ ہجری)

خیبر ایک بڑے شہر کا نام ہے جس میں متعدد قلعے اور بکثرت کھیتیاں ہیں۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر شام کی جانب ہے۔ قاموس میں ہے کہ خیبر مشہور قلعہ کا نام ہے۔ اس غزوہ کا وقوع ہجرت کے ساتویں سال میں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۷ ہجری کے ماہ محرم کے آخری دنوں میں تشریف لے گئے اور دس یا بارہ روز تک ان کا محاصرہ فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتح کرا دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آخر سن چھ ہجری میں ہے۔ یہ امام مالک سے منقول ہے اور اسی پر ابن حزم نے جزم کیا ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے ایک ہزار چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے مواہب میں ایک ہزار ایک سو پیدل اور دو سو سوار مروی ہے۔

اس غزوہ کے وقوع کا سبب یہ تھا کہ جب حق تعالیٰ نے حدیبیہ سے واپسی کے وقت سورۂ "انا فتحنا" نازل فرمائی اور بشارت دی اور اپنے نبی ﷺ سے وقوع فتح اور غنایم کا وعدہ فرمایا اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

"اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جنہیں تم حاصل کرو گے تو ان غنایم کو تمہارے لئے مقرر کر دیا۔"

تو حضور اکرم ﷺ نے اس وعدۂ غنایم کو فتح خیبر پر محمول فرمایا۔ اگرچہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ تو یہ تھی اور اشارہ میں بات فرمایا کرتے تھے لیکن اس جگہ حضور ﷺ

نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صاف صاف بتا دیا۔ اور فرمایا:

"لشکر کی تیاری کرو کیوں کہ ہم غزوہ خیبر کی طرف جانے والے ہیں"

مدینہ منورہ میں سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لیا اور دیگر بیس مسلمان عورتوں کو بھی تیمارداری اور مرہم پٹی اور دیگر خدمات کے لئے ساتھ لے لیا۔ اور لشکر کے مقدمہ پر عکاشہ بن محصن اسدی کو اور میمنہ پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ وغیرہ پر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ لشکر اسلام میں دوسو گھوڑے سوار تھے۔ اور تین گھوڑے تو خاص رسول اللہ ﷺ کے تھے اور کثرت سے اونٹ تھے حضور ﷺ نے حکم دیا اس سفر میں کوئی شخص اس غرض سے ہمارے ساتھ شامل نہ ہو جسے دنیاوی مال کی طمع ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن سلول منافق نے ہمراہ جانے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگی حضور ﷺ نے اس کے جواب میں یہ بات فرمائی اس منافق نے یہود کو خبر بھیجی کہ "محمد (ﷺ) تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خبردار اپنے قلعوں میں داخل نہ ہونا باہر نکل کر ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو۔ کیوں کہ سامان جنگ تمہارے پاس بہت زیادہ ہے۔ اور تمہارے خدام "خذلهم الله" بہت کثرت سے ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ کا منافقوں کو اس غزوہ میں شریک ہونے سے منع فرمانے کا سبب یہ تھا چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں سے کثیر مغانم کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس پر صراط مستقیم کی ہدایت مترتب ہوتی تھی اس بناپر اس غزوے کو منافقوں کی ناپاکی سے پاک رکھا اور نہ چاہا کہ ان مغانم میں مخلص مسلمانوں کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوں۔ (واللہ اعلم)

اس غزوے کا مکمل قصہ، جزئی اور کلی واقعات کے ساتھ کتب سیر میں مذکور ہے۔ ہماری روش چونکہ اختصار کی ہے اس لئے ہم ان بڑے بڑے کلی واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن میں فوائد عظیمہ اور حج قاہرہ ومضمر ومذکور ہیں۔ (وباللہ التوفیق)

جاننا چاہئے کہ صحیح بخاری میں سلمۃ بن الاکوع کی حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کے لئے نکلے ہم قطع مسافت کر رہے تھے کہ ایک رات ہم میں سے عامر بن سنان بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تم ہمیں اپنے ان اشعار و رجز میں سے کچھ سناتے نہیں جو تمہیں یاد ہیں؟ چونکہ عامر رضی اللہ عنہ شاعر اور حدی خواں شخص تھا اور بلند آواز سے خوب پڑھا کرتا تھا۔ اور اہل عرب کی عادت تھی کہ جب ان پر راہ کی تھکن لاحق ہوتی اور ان کے چلنے سے مجبور ہو جاتے تو حدی پڑھتے یہاں تک کہ اونٹ مست ہو کر تیزی کے ساتھ مسافت طے کر لیتے اس پر عامر رضی اللہ عنہ اونٹ سے نیچے اتر آئے اور حدی پڑھنے لگے اور عبداللہ بن رواحہ کے وہ اشعار جن کے شروع میں یہ ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا۔

خوش آوازی اور عمدہ لحن ونغمہ کے ساتھ پڑھا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وقت ان کی خوش آوازی کے ساتھ نغمہ پڑھنے سے اچھا گزر گیا اور ان پر ایک رقت سی طاری ہو گئی اور ان کے اونٹ بھی مست ہو کر تیزی سے سفر طے کرنے لگے۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ کون ہے؟ جو اونٹوں کو چلاتا اور حدی گاتا ہے"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عامر رضی اللہ عنہ بن الاکوع ہیں۔

فرمایا:

"یرحمہ اللہ"

ایک روایت میں ہے فرمایا:

"غفرلک ربک"

اس پر لشکر اسلام میں سے کسی نے عرض کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! ان کے لئے شہادت واجب ہو گئی اور یا رسول اللہ (ﷺ)! کس لئے انہیں کچھ عرصہ اور رہنے نہ دیا جائے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے اور وہ ہمارے ساتھ کچھ عرصہ اور حیات رہتے؟''

چونکہ حضور اکرم ﷺ کا قاعدہ مبارکہ یہ تھا کہ جس کے لئے حضور ﷺ ایسی دعا فرماتے وہ شرف شہادت سے مشرف ہو جاتا۔

مواہب لدنیہ میں مقید کر کے لکھا ہے کہ اس غزوہ اور جہاد میں حضور اکرم ﷺ نے جس کے لئے بھی ایسی دعا فرمائی بالآخر وہ شہید ہو گیا۔

واضح رہنا چاہئے کہ روضۃ الاحباب اور معارج النبوۃ میں اس حدیث میں ایک ہی شعر لکھا ہے اور اس کے بعد کے اشعار کو چھوڑ دیا ہے لیکن مواہب میں ان تمام اشعار کو بیان کر کے ان کی شرح بھی کی گئی ہے۔ اس مقام کی اقتضا یہ ہے کہ ہم ان سب کو یہاں نقل کر دیں کیوں کہ اس میں کچھ نکات ہیں۔ اگر چہ وہ موجب تطویل ہوں گے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا اے خدا اگر تو نہ ہوتا یعنی اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم راہ راست نہ پاتے۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے فضل و کرم یہ ہے کہ ہمیں راہ راست دکھائی اور نماز و زکوٰۃ کی توفیق دی فَاغْفِرْ فِدَآءً لَّکَ مَا اتَّقَیْنَا۔ تو تو ہمیں بخش دے ہم تجھ پر فدا ہوں تاکہ ہم میں تقویٰ پیدا ہو۔ وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا۔ اور ہمارے قدموں کو اپنی جگہ قائم رکھ اگر ہمارے مقابلہ میں تیرے دین کے دشمن آئیں فَاَنْزِلْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا۔ اور ہم پر سکون و قرار اور آسانی کو نازل فرما۔ اِنَّا اِذَا اُصْبِحَ بِنَا اَتَیْنَا۔ جب ہم صبح کریں اور ہم پر قتال واقع ہو اور شدائد و دشواریاں آئیں تو ہم ان سے گریز نہ کریں۔ وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا اور چیخ و پکار اور خوف و دہشت سے ہم متزلزل نہ ہوں۔'' بعض روایتوں میں یہ شعر زیادہ آیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا۔ جن لوگوں نے ظلم کیا اور ہم پر بغاوت کی اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا۔ جب وہ آزمائش و امتحان اور فتنہ میں

ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے اور فتنہ میں نہ پڑتے۔ مروی ہے کہ لفظ "ابینا" بلند آواز سے پڑھتے اور بار بار کہتے ابینا ابینا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس رجز کو کسی غزوہ میں کہا تھا اور عامر بن الاکوع نے اس مقام میں پڑھا اور صحابہ کو وجد میں لے آئے۔

ان شعروں میں "فداء لک" کے قول میں علماء اعتراض کرتے ہیں کہ فداء کا اطلاق، حق تعالٰی کی طرف نسبت کر کے درست نہیں ہے۔ اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ "اے خدا ہم تجھ پر فدا ہوں۔" اس لئے کہ فدا ہونا ایسے موقعہ پر بولا جاتا ہے کہ جب کسی شخص پر آفت یا تکلیف آنے والی ہو اور دوسرا کوئی شخص اس آفت اور تکلیف کو اپنی جان یا نفس پر لے کر اسے رہا کرنا چاہے اور اپنے آپ کو اس پر فدا کر دے فدیہ بھی اسی معنی کے اعتبار سے ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کلام میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہماری ان کوتاہیوں پر جو آپ ﷺ کے حق میں اور آپ ﷺ کی نصرت میں ہیں ہمیں نہ پکڑیئے۔

روضۃ الاحباب میں کسی سیر کی کتاب سے منقول ہے کہ جب عامر رضی اللہ عنہ پڑھنے سے خاموش ہوئے تو حضور ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کیا تم ہمارے لئے حدی نہیں کہو گے اور اونٹوں کی رفتار میں تیزی نہیں لاؤ گے؟" اس پر انہوں نے بھی حدی پڑھی اور وہی اشعار پڑھے جو عامر رضی اللہ عنہ نے پڑھے اور اخیر کا ایک شعر اس میں زیادہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "رَحِمَہُ اللّٰہُ" چنانچہ غزوہ موتہ میں انہوں نے بھی شہادت پائی سبحان اللہ۔ عجب دربار گہربار ہے کہ اس دربار کی خدمت کا اجر و ثواب، ایسی رحمت کا حصول ہے کہ جان دیں اور شہید ہو جائیں۔ درحقیقت لطف و رحمت یہی ہے کہ اس جہان کی تنگ دامانی سے چھٹکارا پائے

اتفاقاً بسر کوئے کسی افتادہ است
کہ درآں کوئے چو من کشتہ بسے افتادہ است

اس مقام میں بجز جان قربان کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

خیبر والوں کو جب حضور اکرم ﷺ کی عزیمت کی اطلاع ملی تو انہوں نے کنانہ بن ابی الحقیق کو اپنے حلیف وہم سوگند غطفانیوں کے پاس بھیجا اور ان سے مدد مانگی۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خیبر والوں کی بات کو درخور اعتناء نہ جانا، ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے چار ہزار جنگی، مرد نکلے پہلی منزل میں آسمان سے ایک آواز سنی کہ جن کو تم اپنے گھروں پر چھوڑ کے آتے ہو ان پر تباہی آ گئی۔ اس پر وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ نیز مروی ہے کہ غطفانیوں نے اپنے عقب سے حس وحرکت کی آواز سنی اور انہوں نے گمان کیا کہ مسلمان تاخت وتاراج اور تباہ کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ اس پر وہ واپس چلے گئے۔ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے تھا۔ اس کے باوجود ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ دس ہزار سوار خیبریوں کے لشکر میں تھے۔ وہ تمام ذلیل وخوار ہوئے۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب قلعہ خیبر کے درمیان تشریف لائے اور چشم مبارک ان بستیوں پر ڈالی تو دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ مَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيٰطِيْنِ وَ مَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا شَرِّ مَا فِيْهَا۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہ دعا پڑھی۔ اس دعا کا پڑھنا جس وقت کہ کسی شہر یا گاؤں کو دیکھے یا ان میں داخل ہو تو ماثور ومنقول ہے اور فرمایا:

اُدْخُلُوْا عَلٰى بَرَكَتِ اللّٰهِ۔

اس کے بعد حضور ﷺ اس مقام پر پہنچے جسے "منزلہ" کہتے ہیں پھر حضور ﷺ نے اس منزل میں اقامت فرمائی۔ اور ایک جگہ نماز کے لئے متعین فرمائی۔ اس جگہ نماز تہجد

ادا فرمائی اور فجر کی نماز بہت تڑکے پڑھی اور متوجہ ہو گئے چونکہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ علی الصباح آپ پیش قدمی فرماتے تھے۔

قادر مطلق نے اس رات خیبر والوں پر خواب غفلت مسلط کر دی گو وہ پہلے سے باخبر تھے کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں مگر اس وقت حضور ﷺ کی آمد کی انہیں خبر نہ ہوئی۔ حالانکہ انہوں نے جب سے یہ سنا تھا کہ حضور ﷺ خیبر کی طرف آ رہے ہیں تو وہ ان بستیوں کی حفاظت کرتے اور ہر رات چند سوار دیکھ بھال کرتے اور جستجو میں رہتے۔ لیکن اس رات وہ سب غفلت کے مارے سوتے رہ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے مرغوں نے بھی بانگ نہ دی اور ان کے چوپائے حرکت و جنبش کرنے سے رکے رہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو بیدار ہوئے اور اپنے بیلچے اور کدال لیکر نکلے کہ کھیتوں میں جائیں۔ اچانک لشکر اسلام دور سے ان کی نظر میں آیا سب نے بھاگنے کی راہ لی، اور کہنے لگے۔ واللہ محمد والخمیس خدا کی قسم یہ محمد اور خمیس ہیں یعنی لشکر کی پانچ ٹولیوں کے ساتھ آ گئے ہیں۔ "خمیس" بہت بڑے لشکر کو کہتے ہیں جس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا گیا ہو۔ یعنی

① مقدمہ

① میمنہ

① میسرہ (جن کو جناحین یعنی دو بازو بھی کہتے ہیں)

① قلب

① ساقہ

جب حضور ﷺ نے یہ حال مشاہدہ فرمایا تو تکبیر بلند فرمائی اور کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔

صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو مسلمانوں نے بلند

آواز سے تکبیر کہی اور کہا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہَ اَکْبَرُ لَآاِلٰہَ اِلاَّاللّٰہُ۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! اپنے نفسوں پر رفق ونرمی کرو۔ تم کسی غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس کو پکار رہے ہو وہ تم سے نزدیک ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔''

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے سنا کہ میں:

'' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ''

پڑھ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' اے عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ (ﷺ)! فرمایا:

''میں تمہیں ایسا کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ضرور رہنمائی فرمایئے! فداك ابی وامی (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)۔''

فرمایا وہ کلمہ '' حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' ہے۔

خیبر شکن علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ کی شجاعت:۔

چونکہ ازل سے ارادہ الٰہی اسی پر تھا کہ یہ فضل خاص فتح خیبر، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مزید خصوصیت شامل ہو چونکہ قلعہ قموص خیبر کے تمام قلعوں سے زیادہ سخت اور مستحکم تھا اس لئے اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح کرایا اور اسے خیبر کے تمام قلعوں اور ان کے شہروں کا مقدمہ اور اساس بنایا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ قلعے مثلاً نطاۃ اور صعب وغیرہ اس سے پہلے فتح ہو چکے تھے لیکن اتمام فتح خیبر اور اکمال جناب مرتضوی سے منسوب

ہے۔ اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

کل میں اس شخص کو علم دوں گا یا یہ فرمایا کہ:

''کل وہ شخص جھنڈا لیگا جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے اور اللہ اس پر فتح فرمائے گا۔''

ایک روایت میں آیا ہے کہ:

رَجُلٌ كَرَّارٌ وَّ غَيْرُ فَرَّارٍ

''یعنی وہ مرد بار بار پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ کرے گا اور پیچھے نہ ہٹے گا۔''

روضۃ الاحباب میں ان کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ شخص بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے جب حضور اکرم ﷺ نے یہ خبر بشارت اثر اور یہ مژدہ سعادت ثمر دیا تو تمام صحابہ راہ میں دیدۂ امید اور چشم انتظار لئے قبول درگاہ پر بیٹھ گئے تا کہ یہ دولت نصیب میں آئے اور اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی چشم حق بیں کے سامنے گیا اور سلام عرض کر کے دوزانو ہو کے بیٹھ گیا اور پھر اس امید کے ساتھ اٹھا کہ میں اس فضیلت کا مستحق بنوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بجز اس روز کے امارت کو کبھی پسند نہیں کیا اور نہ کبھی خواہش کی۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کی جماعت ایک دوسرے سے کہتی تھی یہ تو طے سمجھو کہ علی ابن ابی طالب تو اس مراد سے فائز نہ ہوں گے کیوں کہ ان کی آنکھ اس شدت سے درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

منقول ہے کہ جب امیر المومنین علی مرتضیٰ نے حضور ﷺ سے ایسی بشارت کو فرماتے سنا تو ان کی خواہش میں لگن پیدا ہوئی اور دل چشم توکل میں اور امید بر فضل خدا رکھ کر

دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

''اے خدا جب تو دینا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو باز رکھے تو کوئی دینے والا نہیں۔''

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ درد چشم کی بنا پر خیبر کے سفر سے تخلف کر کے مدینہ طیبہ میں ہی رہ گئے تھے انہیں سخت ترین آشوب چشم تھا اور وہ اپنے سے کہا کرتے میں نے رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو کر مشغلہ جہاد سے دور رہ کر اچھا نہیں کیا ہے سفر کی تیاری کر کے مدینہ طیبہ سے چل دیئے۔ اثناء راہ میں یا خیبر پہنچنے کے بعد حضور ﷺ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی، جب دن ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے ہر طرف سے عرض کیا وہ یہیں ہیں لیکن ان کی آنکھ اتنی درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک کو نہیں دیکھ سکتے ''فرمایا'' ان کو میرے پاس لاؤ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر حضور ﷺ کے سامنے لائے اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے سر کو اپنی مبارک ران پر رکھا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کی چشم مبارک میں لگایا اور دعا مانگی اسی وقت ان کی آنکھ سے درد جاتا رہا۔ اور انہیں شفائے حاصل ہوگئی اس کے بعد انہیں کبھی درد چشم اور درد سر لاحق نہ ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا بھی پڑھی:

اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْقَرَّ۔

اے خدا ان سے گرمی و سردی دونوں کو دور رکھ۔ چونکہ اکثر ابن آدم کا اسی سے سابقہ پڑتا ہے۔ خصوصاً جنگ کے معرکوں میں اور ان دنوں خیبر کی ہوا بہت گرم تھی مگر حضور ﷺ نے دعا میں سردی سے دور رہنے کو بھی شامل فرمادیا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سخت گرمی میں روئی کا لباس پہنتے اور سخت سردی میں باریک کپڑے کا لباس پہنتے تو انہیں کوئی نقصان وضرر نہ پہنچتا تھا۔ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بیماری سے

نجات پالی تو حضور ﷺ نے اپنی خاص زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھی، فرمایا جاؤ التفات نہ کرنا جب تک کہ حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ فرما دے عرض کیا:

"یارسول اللہ! کہاں تک میں ان سے قتال کروں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"اس وقت تک قتال کرو جب تک وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی گواہی نہ دیں جب وہ اس کی گواہی دیں گے تو وہ اپنے خونوں اور مالوں کو بچالیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب خدا پر ہے۔"

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم لیکر راہ میں آئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں اس وقت تک ان سے جنگ کرتا رہوں گا۔ جب تک کہ وہ ہماری مانند نہ ہو جائیں یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

عجلت نہ کرو اور جاؤ جب میدان کارزار میں پہنچو تو پہلے ان کو دعوت اسلام پیش کرو اور حق تعالیٰ کے وہ حقوق جو اس نے اپنے بندوں پر واجب کئے ہیں۔ یاد دلاؤ خدا کی قسم اگر تمہارے سبب سے حق تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم ہزار سرخ اونٹ خدا کی راہ میں صدقہ کرو مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنا موجب ثواب آخرت ہے اور اس دنیاوی متاع سے افضل و بہتر ہے جو راہ خدا میں خرچ کیا جائے راہ حق بتانا افضل ترین اعمال ہے۔ اور صدقہ کرنا ایسی عبادت ہے جو اس کی مانند مقدس یعنی فدیہ و کفارہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں واقع ہوا ہے کہ ذکر نا سونے چاندی کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔

اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ قموص کے نیچے

آ گئے۔ انہوں نے علم کو سنگریزوں کے ایک ٹیلے پر جو قریب تھا نصب کیا۔ احبار یہود میں سے ایک نے جو قلعہ کے اوپر کھڑا تھا پوچھا کہ "اے صاحب علم تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟" فرمایا "میں علی ابن ابی طالب ہوں" اس کے بعد اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا "قسم ہے توریت کی! تم اس شخص سے مغلوب ہو گے۔ یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صفات اور ان کی شجاعت کو جانتا تھا کیوں کہ توریت میں اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا وصف پڑھا تھا اور حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے اوصاف سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تھے چنانچہ سب سے پہلے جو قلعہ سے باہر نکلا وہ حارث یہودی تھا جو مرحب کا بھائی تھا اور اس کا نیزہ تین من کا تھا۔ اس نے نکلتے ہی جنگ شروع کر دی اور اس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے سر پر پہنچ گئے اور ایک ہی وار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ مرحب کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ خیبر کے بہادروں کی جماعت کے ساتھ اسلحہ سے لیس ہو کر انتقام لینے کے لئے باہر نکلا کہتے ہیں کہ مرحب خیبر والوں میں بڑا بہادر، بلند قد و قامت والا بڑا جنگجو شخص تھا اور خیبر کے بہادروں اور شجاعوں میں اس کی برابری کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ اس روز وہ دو زرہ پہن کر، دو تلواریں حمائل کر کے دو عمامے باندھ کر اور اس کے اوپر خود رکھ کر یہ رجز کہتا ہوا معرکہ کار زار میں آیا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

کسی مسلمان کو ہمت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل آتا اور میدان قتال میں اترتا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ ضِرْغَامُ آجَامٍ وَلَيْثٌ قَسْوَرَهْ

"میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ ضرغام ہوں اجام

ہوں اور حملہ آور لیث ہوں۔"

ضرغام اجام اور لیث تینوں شیر کے مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ معرکہ کارزار میں رجز پڑھنا عرب کے شجاعوں بہادروں کی عادت ہے اور اس مقام میں اپنی تعریف کرنا جائز ہے تاکہ مخالف کے دل میں رعب و ہیبت بیٹھے اور شوکت و دبدبہ ظاہر ہو۔ مرحب نے پیش دستی کر کے چاہا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے سر پر تیغ کا وار کرے مگر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے اچھل کر ضرب ذوالفقار اس ملعون غدار کے سر پر ایسی رسید کی کہ خود کو کاٹتی زنجیروں کو چاٹتی حلق تک آ گئی۔ ایک روایت میں ہے اس کی رانوں تک پہنچی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے زین کے قابوس تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کے بعد اہل اسلام بامداد حضرت امیر میدان میں اتر آئے۔ اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہود کے شجاعوں میں سے سات کو جہنم رسید کر دیا ان کے باقی ساتھی ہزیمت اٹھا کر قلعہ میں داخل ہونے لگے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی ان کے تعاقب میں بڑھتے گئے اسی حالت میں ایک یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر ایک وار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی ڈھال زمین پر گر پڑی دوسرا یہودی اس ڈھال کو اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو جوش آیا اس حالت میں قوت ربانی کی طرف سے ایسی روحانی قوت وارد ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ خندق کو پھاند کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور قلعہ کے آہنی دروازہ کا ایک پٹ اکھاڑ ڈالا اور اس کی ڈھال بنا کر جنگ میں مشغول ہو گئے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد دو "وجب" کے فاصلہ پر آپ رضی اللہ عنہما نے اس دروازہ کو پس پشت دور پھینکا۔ اور کہتے ہیں کہ بعد میں سات قوی و تنومند آدمیوں نے مل کر اس در کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو اور پلٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اور چالیس آدمیوں نے مل کر چاہا کہ اسے اٹھا لیں مگر عاجز رہ گئے روضۃ الاحباب، معارج النبوۃ اور سیر کی دیگر کتابوں میں ایسا ہی منقول ہے معارج النبوۃ میں

منقول ہے کہ اس در کا وزن آٹھ سو من تھا۔

مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس باب خیبر کو اکھاڑا تھا اسے ستر آدمی انتہائی مشقت اور کوشش کے باوجود ہلا تک نہ سکے ابن اسحاق کی روایت میں سات آدمی مذکور ہیں اور حاکم بیہقی نے لیث بن ابی سلیم سے وہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس در خیبر کو اکھاڑ کر اٹھا لیا تھا اس کے بعد جب اس پر تجربہ کیا گیا تو اسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے اور کہا کہ لیث روایت میں ضعیف ہے بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب قلعہ پر پہنچے تو آپ نے ایک دروازہ اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا اس کے بعد جب ہم نے لوگوں نے چاہا کہ اسے اٹھا کر اپنی جگہ نصب کر دیں تو اسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے اور کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ یہ تمام روایتیں واہی اور لغو ہیں اور بعض علماء نے ان روایتوں کو منکر قرار دیا ہے۔ (انتہی کلام المواہب)

صحیح بخاری میں فتح امیر المومنین کی حدیث مذکور ہے اس میں باب خیبر اکھاڑنے کا ذکر نہیں ہے لیکن مشہور ہے اور کتب احادیث میں مذکور و مسطور ہے۔

معارج النبوۃ میں ایک عالم سے ایک غریب حکایت منقول ہے کہ جب چالیس آدمی اس کے اٹھانے سے عاجز رہ گئے تو حضرت امیر کے دل میں ایک شگفتگی پیدا ہوئی اور اپنی اس قوت و شوکت پر ناز فرمایا اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا "علی رضی اللہ عنہ سے فرمایئے کہ اس در کو دوبارہ اٹھا کر اپنی جگہ نصب کرو" حضرت امیر رضی اللہ عنہ گئے ہر چند کوشش و سعی فرمائی مگر وہ ہلا بھی نہ سکے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ جان لیں کہ یہ کام ان کا نہ تھا بلکہ ہمارا تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام روحانی قوت سے تھا جو میں نے اکھاڑا اور جسمانی قوت سے نہ تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عالم قدرت سے تھا نہ کہ عادت سے۔ اور عالم حقیقت سے تھا نہ کہ مجاز سے۔

القصہ جب قموص کے قلعہ والوں نے اور خیبر کے تمام قلعے والوں نے حضرت امیر کی اس قوت وقدرت کا مشاہدہ کیا تو وہ سب فریاد کرنے لگے ''الامان الامان'' اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اشارہ سے ان کو اس شرط پر امان دی کہ ہر آدمی اونٹ پر کھانا لاد کر ان شہروں سے نکل جائے اور نقد اور تمام ساز وسامان اور اسلحہ مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیں کسی چیز کو چھپا کر نہ رکھیں اور اگر کوئی ایسا مال برآمد ہو جسے بتایا نہیں گیا ہے تو امان بھی ان کے عہد و پیان کی مانند مسلوب وختم ہو جائے گی۔

حضور اکرم ﷺ کے حضور میں جب فتح کی خبر پہنچی تو اس نعمت کا شکر ادا فرمایا کیوں کہ یہ سبب ظہور عبرت اسلام تھا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کفار کی مہم کو طے کرنے کے بعد بارگاہ رسالت ﷺ میں آنے لگے تو حضور انور ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور ان کو آغوش میں لے لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

بَلَغَنِیْ ثَنَاءُکَ الْمَشْکُوْرُ وَ صَنِیْعُکَ الْمَذْکُوْرُ قَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَرَضِیْتُ اَنَا عَنْکَ۔

مجھے تمہاری مشکورانہ تعریفیں پہنچیں اور تمہاری بہادریاں بیان ہوئیں۔ بیشک اللہ ان سے راضی ہوا اور میں تم سے راضی ہوا'' اس کے بعد حضرت امیر رونے لگے حضورؐ نے فرمایا ''یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا'' علی مرتضیٰ نے عرض کیا ''نہیں یہ گریہ خوشی کا ہے میں کیوں نہ اس پر خوش ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں'' حضور ﷺ نے فرمایا'' میں ہی تنہا تم سے راضی نہیں بلکہ خدا، جبریل میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں۔''

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ قلعہ قموص سے جس کا حاکم کنانہ بن ابی الحقیق تھا سو زرہیں، چار سو تلواریں ہزار نیزے اور پانچ سو کمانیں حاصل ہوئیں اور بے شمار ساز و سامان بکثرت ہاتھ آیا اور سب کو جمع کیا گیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ کنانہ بن ابی الحقیق کو جو خیبر کے رئیسوں میں سے تھا حضور ﷺ کے سامنے لائے اس نے پہلے تو بکری کے بچہ کی کھال میں سونا، زیور، موتیوں کے ہار اور جواہرات بھرا جب اس کی ثروت زیادہ ہو گئی تو گوسفند کی کھال میں بھر لیا پھر جب اور زیادہ ہوئی تو اس کو گائے کی کھال میں بھرا۔ پھر جب اس میں بھی نہ سما سکا تو اونٹ کی کھال میں بھر لیا جب مکہ والوں کو شادی وغیرہ میں پریشانی اور ضرورت ہوتی تو گروی رکھ کے اس سے زیور و جواہرات جس قدر ضرورت ہوتی عاریۃً لے لیتے حضور ﷺ نے کنانہ سے دریافت کیا "ابی الحقیق کا خزانہ کہاں ہے" اس نے کہا "اے ابوالقاسم اس کو تو جنگی سامان کی فراہمی اور دیگر ضرورتوں میں ہم خرچ کر چکے اب اس میں سے کچھ باقی نہیں ہے اور قسم کھائی " حضور ﷺ نے تہدید فرمائی اگر اس کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہوا تو تمہارا خون مباح ہو گا اور امان سے نکل جاؤ گے؟ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو اور یہود کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنا لیا حالانکہ جس زمانہ میں قلعہ نطاۃ فتح ہوا تھا اس مال کو اس نے ایک ویرانہ میں مدفون کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی خبر دیدی۔ پھر حضور ﷺ نے کنانہ کو طلب فرمایا اور فرمایا آسمانی خبر کے حکم سے تو جھوٹا نکل آیا ہے اس کے بعد سید رسول ﷺ نے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا یہاں تک کہ کھود کر اس مال کو وہاں سے نکال لائے جب یہودیوں کی غداری ظاہر ہو گئی تو اس شرط و عہد کے رو سے جو انہوں نے کیا تھا ان سے امان اٹھ گئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اسے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے عوض قتل کر دیں حضور ﷺ نے امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جنگ قموص کی جانب بھیجتے وقت محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ کل تم اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کرو گے بالآخر خیبر کے یہودیوں پر احسان کیا اور ان کے خون سے درگزر فرمایا۔ ان کی عورتوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو غنیمت بنانا اور حکم دیا کہ تمام غنیمتوں کو

سازوسامان، کھانے وغیرہ کی اشیاء اسلحہ اور تمام مویشیوں کو قلعہ نطاۃ میں جمع کریں اور منادی کرائی کہ اگر ایک رسی یا سوئی بھی چھپاؤ گے تو غنیمت میں خیانت متصور ہوگی جو موجب عار وعیب اور آتش دوزخ ہے اہلِ سیر کہتے ہیں کہ ایک حبشی غلام تھا جس کے سپرد حضور ﷺ کا سفری سازوسامان تھا۔ اور ''کرکرہ'' اس کا نام تھا انہیں دنوں وہ مر گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جستجو کی تو اس کے سامان میں سے ایک ریشمی چادر ملی جسے اس نے تقسیم غنیمت سے پہلے قبضہ میں لے لیا تھا نیز مروی ہے کہ خیبر کے دن ایک شخص مر گیا صحابہ نے حضور ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے عرض کیا فرمایا اپنے ساتھی کی نماز تم پڑھ لو میں نہیں پڑھوں گا۔ اس پر لوگوں کے چہرے فق ہو گئے فرمایا ''تمہارے اس ساتھی نے غنیمت میں خیانت کی ہے'' اس کے بعد اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو یہود کے مہروں میں سے چند مہرے نکلے جن کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ تھی۔ نیز بخاری ومسلم کی حدیث میں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں ایک غلام کو بھیجا جس کا نام مدعم تھا اس اثنا میں کہ وہ اپنا بوجھا تار رہا تھا ایک تیر اسے آ کر لگا جس کا پھینکنے والا معلوم نہ ہوا پھر وہ اسی زخم سے مر گیا لوگوں نے کہا یہ مستحق جنت ہو گیا کیوں کہ اس نے حضور ﷺ کی خدمت گذاری میں شہادت پائی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے روزِ خیبر تقسیم غنیمت سے پہلے ایک چادر لے لی ہے۔ اب اس پر آتش دوزخ لپیٹ مار رہی ہے'' جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص ڈول کی ایک رسی اور دوسرا شخص ڈول کی دو رسیاں لایا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک رسی یا دو رسی آگ کی ہے۔ اس باب میں وعیدیں بہت کثرت سے ہیں لیکن فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کھانے پینے اور پھل کی قسم میں سے اگر کھا لے تو جائز ہے۔ اور اگر گائے یا اونٹ ذبح کر کے کھا لے تب بھی جائز ہے۔

جب تمام مال غنیمت جمع ہو گیا تو پانچواں حصہ نکال کر پیادہ کو ایک حصہ اور

گھوڑے کو دو حصہ کے اعتبار سے تقسیم فرمایا گویا ہر وہ شخص جو گھوڑا رکھتا تھا اسے تین حصے ملے۔ اسی طرح نافع نے اس حدیث کی تفسیر کی ہے۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ گھوڑے سوار کے دو حصے ہیں ایک اس کا اپنا اور دوسرا ان کے گھوڑے کا۔" لیکن وہ عورتیں جو لشکر اسلام کی خدمت اور ان کے مریضوں اور مجروحوں کی تیمارداری کے لئے ہمراہ لائے تھے ان کے لئے سہم یعنی حصہ نہ تھا بلکہ انہیں مال غنیمت میں سے کچھ عطا فرما دیا۔ پھر حکم فرمایا کہ خیبر کے غنایم کو فروخت کرو اور ان کے رواج و برکت کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ تاجر لوگ ہر طرف سے آئے اور انہوں نے خوب ذوق وشوق کے ساتھ خریدا۔ دو دن میں وہ تمام مال فروخت ہو گیا حالانکہ گمان یہ تھا کہ عرصہ تک اس کی فروختگی سے فارغ نہ ہوں گے۔ کیوں کہ وہ مال ہی اس کثرت سے تھا۔

منقول ہے کہ جب یہود کی غداری ظاہر ہو گئی حضور ﷺ نے اس کے باوجود ان کے قتل نہ کرنے سے ان پر احسان رکھا اور حکم فرمایا کہ خیبر کی زمین سے باہر نکل جاؤ۔ اس کے بعد خیبر والوں نے تضرع وزاری شروع کر دی اور کہنے لگے کہ اہل اسلام مطمئن رہیں کہ ہم ان کھیتوں اور باغوں کی خدمت بجالائیں گے اور ان کی حفاظت کا فرض ادا کریں گے ہمیں اجرت پر رکھ لیا جائے ہم خدمت کریں گے اور مسلمان اس معاملہ میں تردد سے فارغ رہیں گے مسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ ہمیں اصل وملکیت میں کوئی دخل نہ ہوگا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان پر رحم فرمایا۔ اور ان کو ان پر مقرر فرما کہ متعین کر دیا کہ آدھی پیداوار بیت المال میں پہنچائیں اور آدھی پیداوار اپنے عمل کی اجرت میں اٹھالیں۔ اس معاملہ کو مخابرہ کہتے ہیں کیوں کہ یہ خیبر والوں کے ساتھ واقع ہوا تھا اور خمس یعنی پانچویں حصہ میں سے بنی ہاشم اور بنی المطلب کو کچھ حصہ مرحمت فرمایا اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہم بنی

ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کا وجود گرامی انہیں میں سے ہے لیکن ہماری قربت اور بنی المطلب کی آپ ﷺ سے نسبت ایک مرتبہ میں ہے تو یہ کیسے ہوا کہ ان کو تو بنی المطلب کے سہم سے دیا اور ہم کو محروم چھوڑ دیا حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب اس طرح ہیں اور انگشت ہائے مبارک کی تشبیک فرمائی یعنی ایک کو دوسرے میں ملایا اور فرمایا ہم اور بنی المطلب آپس میں کبھی جدا نہیں ہوئے نہ دور جاہلیت میں نہ زمانہ اسلام میں۔ حضرت خبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چنانچہ حضور ﷺ نے بنی عبدالشمس کو اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا اور یہ بات ثبوت کو پہنچی۔ ہے کہ ان غنیمتوں کو خیبر کے معرکہ میں موجود و حاضر ہونے والوں کے سوا کسی کو نہ دیا۔

خیبر کے قضایا و احکام:۔

اب وہ واقعات و قضایا اور احکام بیان کرتے ہیں جو اس غزوہ میں وقوع پذیر ہوئے پہلی بات تو یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا نکاح فرمانا۔ "سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حی بن اخطب کی بیٹی ہیں غزوہ خندق میں وہ مارا گیا تھا۔ اب وہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں جو خیبر میں مارا گیا۔ وہ خیبر کے قیدیوں میں تھیں۔ اور نو بیاہتا سترہ سالہ تھیں۔ چنانچہ لوگوں نے ان کے حسن و جمال کا حضور ﷺ سے ذکر کیا تو حضور ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور حضور ﷺ غنیمت میں سے بہت سی چیزیں اپنے لئے انتخاب فرما لیا کرتے تھے جیسے تلوار، گھوڑا، جانور وغیرہ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہود کی عورتوں اور بچوں کے قیدیوں کے لئے حکم فرمایا اور ان قیدیوں میں صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو وہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں لوگوں نے کہا کہ وہ حسینہ و جمیلہ قبیلہ کی سردار یہود کے بادشاہوں میں کے ایک بادشاہ کی بیٹی اور حضرت ہارون نبی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ مناسب ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو۔ صحابہ میں دحیہ رضی اللہ عنہ کی مانند بہت ہیں اور غنیمت میں صفیہ کی مانند کم۔ اور اسے دحیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص کرنا بہت سے

صحابہ کی دل آزاری کا موجب ہو گا اس میں عام مصلحت یہی ہے کہ ان کو دحیہ رضی اللہ عنہ سے واپس لے کر اپنے لئے مخصوص کر لیا جائے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان قیدیوں باندیوں میں سے کوئی اور لے لو۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی لڑکی ان کے بدلے میں مرحمت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات باندیوں کے بدلے خریدا اور لفظ قیدی کا اطلاق بر سبیل مجاز ہے۔ مراد ان کے ہاتھ سے لینا ہے اور سات باندیوں کو انہیں دینے میں منافات نہیں ہے دوسری روایت میں جو یہ ہے کہ ان کے بدلے ان قیدیوں میں سے کسی اور کو لے لو اس میں زیادتی کی نفی پر دلالت نہیں ہے ممکن ہے کہ پہلے ایک فرمایا ہو اور بعد میں سات کا اضافہ کر دیا ہو۔ بہر تقدیر اس میں ہبہ سے واپسی نہیں ہے۔ مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات امہات المومنین میں سے ایک ہوں گی یا ملک یمین میں رہیں گی۔ اور کہا کہ اگر حجاب نہ کیا تو ملک یمین میں سے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو آزاد فرمایا اور نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر بنایا۔ حضور ﷺ منزل صہبا میں پہنچے تو بعد از طہارت حیض ان سے زفاف فرمایا اور حلیس کو ان کا ولیمہ کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو بھی حضرات ملیں صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ پر بلا لو۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی جانب مراجعت فرمائی۔ تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ردیف بنایا اور ان پر اس عبا شریف کا پردہ ڈالا گیا۔ جو اپنے اونٹ پر بچھایا کرتے تھے اور حضور ﷺ اپنے زانو کو ان کے لئے رکھتے اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زانوئے مبارک پر پاؤں رکھ کر سوار ہوتی تھیں۔

منقول ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فتح خیبر سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ چودھویں رات کا چاند ان کے آغوش میں آ گیا ہے پھر اس خواب کو اپنے پہلے شوہر کنانہ سے

بیان کیا اس نے کہا شاید تو یہ خواہش رکھتی ہے کہ اس بادشاہ کی بیوی بنے جو ہمارے اس میدان میں فروکش ہے اور ایک طمانچہ اس زور سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے رخسار پر مارا کہ ان کی آنکھ نیلی ہو گئی۔ شب زفاف میں بھی کنانہ کے طمانچہ کا اثر صفیہ رضی اللہ عنہا کے رخسارہ پر ظاہر تھا حضور ﷺ نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو ساری حقیقت حال بیان کر دی۔

غزوۂ خیبر کے واقعات میں سے ایک واقعہ اہل خیبر کا حضور ﷺ کو زہر دینا ہے اور یہ زہر دینے والی زینب بنت حارث یہودیہ تھی جو مرحب کی بھتیجی اور سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ اس نے پہلے لوگوں سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) بکری کا کونسا حصہ پسند کرتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا ران اور شانے کے گوشت کو پسند کرتے ہیں، تو اس نے ایک بکری کے بچہ کو لیا اور زہر آلود کیا اور اس میں ایسا زہر ملایا جو فوری اثر کرنے والا اور اسی گھڑی ہلاک کرنے والا تھا۔ اس نے اس بارے میں یہودیوں سے پوچھا تھا تو انہوں نے ایسے زہر کی رہنمائی کی تھی۔ پھر اس نے اس زہر کو ران اور شانے میں زیادہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اس کو حضور ﷺ کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی اس مجلس مبارک میں موجود تھی اور ان میں بشر بن براء رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر حضور ﷺ نے اس میں سے کچھ حصہ لے کر سامنے کے دانتوں سے کاٹا اور بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے دوسرا حصہ لے لیا، حضور ﷺ نے فرمایا "اسے تھوک دو" یہ ران کہتی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ "بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے بھی عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں جس وقت لقمہ کو چبا رہا تھا تو ایک کراہت و نفرت خود میں پا رہا تھا اور میں منہ سے اسے نکال کر پھینکنا نہ چاہتا تھا کہ مبادا حضور ﷺ کو کھانے میں بے رغبتی ہو۔ اس کے بعد بشر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے کہ ان کا رنگ سبز و سیاہ ہو گیا اور اسی وقت انتقال کر گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک سال تک بیمار رہے اس کے بعد وفات پائی اس پر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ یہود کے تمام سردار جو یہاں موجود ہیں حاضر ہوں اور زینب بنت حارث یہودیہ بھی حاضر ہو۔ جب وہ سب حاضر ہو گئے تو حضور

ﷺ نے فرمایا میں تم سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا سچ بولو گے؟ انہوں نے کہا "ہاں! اے ابو القاسم حضور ﷺ نے ان سے فرمایا "تمہارا باپ کون ہے؟" مراد یہ کہ تمہارے قبیلہ کا جد اعلیٰ کون ہے اور کس کی اولاد سے ہو۔ انہوں نے کہا" فلاں ہمارا باپ ہے" حضور ﷺ نے فرمایا" تم جھوٹ کہتے ہو، تمہارا باپ فلاں ہے" انہوں نے کہا" آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور ٹھیک کہتے ہیں غالباً حضور ﷺ کا یہ دریافت فرمایا راست گوئی پر تنبیہ کرنا اور ان کی حالت کا امتحان لینا ہوگا اور زہر خورانی کے واقعہ کے سلسلہ میں ان سے سچ بولنے پر اقرار کرانا اور مجبور کرنا ہوگا۔ سوال کے جواب میں ان کا جھوٹ بولنا یا تو قصداً ہوگا جیسا کہ جھوٹ بولنے کی اور افتراء کرنے کی ان کی عادت مستمرہ تھی یا جہل ونسیان کی بنا پر ہوگا۔ اگر قصداً جھوٹ بولا تو ظاہر ہے کہ یہ بات حقیقت حال پر مطلع ہونے کے بارے میں حضور ﷺ کا امتحان لینا مقصود ہوگا (کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو ہمارا جھوٹ آپ ﷺ پر کھل جائے گا اور آپ ﷺ کو خدا کی طرف سے غیبی اطلاع مل جائیگی اور جب آپ ﷺ پر ظاہر ہو گیا اور ان کی حالت آپ ﷺ پر منکشف ہو گئی تو انہوں نے اقبال کر لیا۔ اس قضیہ کے بعد زہر کے بارے میں پوچھا صحیح بخاری میں ایک اور سوال بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم سچ بولو گے اگر تم سے کچھ پوچھا جائے انہوں نے کہا ہاں ابو القاسم اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ﷺ پر ہمارا جھوٹ کھل جائے گا۔ جس طرح کہ آپ ﷺ پر ہمارے جد اعلیٰ کے بارے میں ہمارا جھوٹ کھل گیا اس کے بعد حضور ﷺ نے ان سے پوچھا جہنمی کون لوگ ہیں؟ مطلب یہ کہ دوزخ میں ہمیشہ کون لوگ رہیں گے۔ یہود نے جواب دیا ہم لوگ دوزخ میں چند روز رہیں گے:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً

ہمیں ہرگز آگ گنتی کے چند روز کے سوا نہ چھوئے گی۔ اس کے بعد ہمارے خلیفہ آگ میں تم لوگ رہو گے اور ہمیشہ رہو گے۔ اس میں انہوں نے مسلمانوں سے خطاب

کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا:

اِخْسَئُوْا فِیْهَا

"دور ہو اور جہنم میں جاؤ۔"

لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا اَبَدًا

"ہم تمہارے کبھی بھی آگ میں خلیفہ نہ بنیں گے۔"

لفظ "خسا" کتے کو دھتکارنے کو کہتے ہیں۔ یہ مصدر لازم و متعدی دونوں میں مستعمل ہے اس کے بعد فرمایا اگر میں تم سے کچھ سوال کروں تو تم کیا راست گوئی سے کام لو گے انہوں نے کہا "ہاں" حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بکری میں زہر ملا کے لائے تھے انہوں نے کہا "ہاں! آپ ﷺ کو کیسے یہ راز معلوم ہو گیا؟" فرمایا "مجھے اس ران نے بتایا جو کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ فرمایا زہر خورانی پر تمہیں کس بات نے برانگیختہ کیا۔ بعض رواتیوں میں آیا ہے کہ اس عورت سے پوچھا اس سے تو کیا چاہتی تھی اور تیرا مقصد کیا تھا؟" اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا یا اس عورت نے کہا "اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ (معاذ اللہ) جھوٹے نبی ہیں تو ہم آپ ﷺ سے نجات پا جائیں گے اور ہمیں چین نصیب ہو جائے گا۔ اور اگر نبی برحق ہیں تو آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس عورت کو آپ ﷺ نے سزا دی یا رہا کر دیا اور کچھ نہ فرمایا۔ چنانچہ بیہقی کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس عورت سے کچھ نہ فرمایا۔ اور بروایت ابو نضرہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مانند مروی ہے لیکن دوسری رواتیوں میں آیا ہے کہ اسے قتل کرا دیا۔ بیہقی نے فرمایا ممکن ہے کہ ابتداء میں چھوڑ دیا ہو اور نہ چاہا ہو کہ اپنے آپ کے بدلے میں اسے قتل کریں۔ لیکن جب حضرت بشر رضی اللہ عنہ کی اس سے وفات ہوئی تو بطریق قصاص یا بطریق سیاست و سزا اسے قتل کرا دیا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ بعض ائمہ شوافع کا مذہب یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کھانے میں زہر ملا کر کسی کو دیدے یہاں تک کہ وہ مر جائے تو قصاص واجب ہو جاتا ہے لیکن ائمہ احناف اور جمہور ائمہ شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک ایسی حالت میں قصاص جائز نہیں ہے لہٰذا ان کے مذہب کی بنا پر اگر قتل کی روایت صحیح ہو تو قصاص واجب ہو جاتا ہے اور صولی کا قصہ جو قتل کی روایت میں واقع ہے اس کی تائید و توجیہہ ظاہر کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

زہری سے مروی ہے کہ وہ عورت اسلام لے آئی اس بنا پر اس کو چھوڑ دیا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ "معاذی سلیمان" میں اس طرح مروی ہے کہ زینب بنت حارث یہودیہ نے کہا اگر آپ ﷺ (معاذ اللہ) جھوٹے نبی ہیں تو میں لوگوں کو آپ ﷺ سے نجات دیدوں مگر بلاشبہ مجھ پر ظاہر و روشن ہو گیا کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں اور میں آپ ﷺ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ ﷺ کا دین اختیار کرتی ہوں اور پڑھتی ہوں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس روایت میں اس کے اسلام لانے میں زہری کی موافقت ہے اور جب حضرت بشر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اسے قتل کرا دیا اس لئے کہ اب قصاص واجب ہو گیا تھا۔

لیکن اس جگہ ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ چونکہ اسلام، ماقبل کے گناہوں کو ناپید کر دیتا ہے خواہ حق اللہ ہو یا حق الناس تو اسلام لانے کے بعد اس سے قصاص کیوں لیا گیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جتنا کچھ اس زہر آلود بکری سے چکھا اس کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے اپنے دونوں شانوں کے درمیان سے خون نکلوا دیا اور اپنے ان صحابہ سے بھی جنہوں نے اس کے لقمہ کو چبایا یا حلق سے اتارا تھا ان سب کو حکم دیا کہ سر کے پچھنے لگوائیں۔

بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم

ﷺ اپنے مرض موت میں فرمایا کرتے تھے:

"اے عائشہ میں اس گوشت کی اذیت ہمیشہ اپنے میں پاتا رہا ہوں جسے خیبر میں کھایا تھا۔ اور میں اس وقت بھی اس زہر سے اپنی ابہر کو کٹتا محسوس کر رہا ہوں۔"

ابہر دل کی ایک رگ کا نام ہے جب یہ کٹ جاتی ہے تو آدمی مر جاتا ہے گویا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ آپ ﷺ کے بدن میں موجود رہا اور اس نے اب سرایت کیا تھا۔

فتح مکہ

(رجب المرجب ۸ ہجری)

ماہ رمضان میں فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا۔ بغرض توضیح ہم یہاں کسی قدر تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ عبدالمطلب بن ہاشم کو ان کے چچا مطلب سات یا آٹھ سال کی عمر میں مدینہ سے مکہ میں لائے تھے اور ہاشم کے مکانات پر ان کو قابض کر دیا تھا جب مطلب نے وفات پائی تو عبدالمطلب کے چچا نوفل نے وہ مکانات چھین لیے عبدالمطلب نے قریش سے مدد مانگی۔ قریش نے کہا کہ ہم تو تم دونوں میں دخل نہیں دیتے۔ عبدالمطلب نے اپنے ننہال یعنی بنو نجار کو مدینہ میں لکھا۔ اس لیے ابو سعید بن عدس نجاری اسی سوار لے کر مدد کو آیا۔ جب وہ مکہ میں پہنچا تو نوفل حطیم میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابو سعید نے وہاں پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار کھینچ لی اور کہنے لگا کہ ہمارے بھانجے کے مکانات واپس کر دو ورنہ اس تلوار سے فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یہ دیکھ کر نوفل نے قریش کے سامنے مکانات تو واپس کر دیے۔ مگر اپنی کمزوری کو محسوس کر کے آئندہ کے لیے عبد شمس کے بیٹوں کو بنو ہاشم کے خلاف اپنا حلیف بنا لیا۔ اس پر عبدالمطلب نے خزاعہ سے کہا کہ تم بنو نوفل اور بنو عبد شمس کے خلاف میرے حلیف بن جاؤ۔ عبد مناف کی ماں خزاعہ کے سردار حلیل کی بیٹی تھی۔ اس لیے وہ کہنے لگے کہ تمہاری مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ چنانچہ دار الندوہ میں یہ معاہدہ لکھا گیا۔

حدیبیہ کے دن از روئے معاہدہ ہر ایک قبیلہ فریقین میں سے جس کا چاہا حلیف بن گیا۔ چنانچہ خزاعہ اپنا پرانا معاہدہ دکھا کر رسول اللہ ﷺ کے حلیف بن گئے۔ اور بنو بکر قریش کے معاہدے میں شامل ہوئے۔ یہ دونوں قبیلے (خزاعہ و بنو بکر) ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اور ان میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بنو الحضرمی میں سے ایک شخص جو اسود بن رزن دئلی بکری کا حلیف تھا۔ بغرض تجارت گھر سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور مال لے لیا۔ اس پر بنو بکر نے خزاعہ کا ایک آدمی قتل کر ڈالا۔ پھر خزاعہ نے بنو الاسود یعنی سلمیٰ وکلثوم و ذویب کو عرفات میں قتل کر ڈالا۔ اسی حالت میں اسلام کے ظہور نے عرب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ لڑائیاں رک گئیں۔ جب صلح حدیبیہ کے سبب سے اسلام و کفر میں لڑائی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ تو بنو بکر (کی ایک شاخ بنو نفاثہ) سمجھے کہ اب انتقام کا وقت ہے اس لیے نوفل بن معاویہ دئلی بکری بنو نفاثہ کو ساتھ لے کر آب و تیر میں جو اسفل مکہ میں خزاعہ کے علاقہ میں ہے رات کو حملہ آور ہوا۔ قریش نے حسب معاہدہ بنو بکر کی مدد کی۔ چنانچہ صفوان بن امیہ۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ صورتیں بدل بدل کر خزاعہ سے لڑے۔ یہاں تک کہ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم مکہ میں پناہ لی۔ بنو بکر حرم کا احترام ملحوظ رکھ کر رک گئے۔ مگر نوفل نے کہا: کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ چنانچہ حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔

جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا۔ جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ عمرو مذکور حاضر خدمت ہو کر یوں گویا ہوا:۔

اے خدا میں محمد ﷺ کو یاد دلاتا ہوں۔ وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے باپ اور اس کے باپ (عبدالمطلب) کے درمیان ہوا تھا۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! ہماری پوری مدد کیجیے

اور خدا کے بندوں کو بلائیے جو ہماری مدد کو آئیں۔ قریش نے آپ ﷺ سے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور آپ ﷺ کا محکم معاہدہ توڑ ڈالا۔ انہوں نے وتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا۔ اور ہمیں رکوع و سجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمرو! تجھے مدد مل جائے گی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں۔ پس آپ ﷺ نے حضرت ضمرہ کو بھیجا۔ اور یہ تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک اختیار کر لیں:۔

① خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں۔

② بنو نفاثہ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔

③ اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کر دی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی نے جو بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے بنو ہاشم کی کنیز سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ بھیجا۔ جس میں اس جنگی تیاریوں کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا اور روانہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر دے دی۔ آپ ﷺ نے علی و زبیر و مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے۔ وہ لے آؤ۔ وہ سوار ہو کر چل پڑے اور سارہ سے روضہ خاک میں جا ملے۔ اس کو نیچے اتار لیا۔ اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے اس نے انکار کیا۔ اس کے کجاوے کی تلاشی لی گئی مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال۔ ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ جب یہ خط آنحضرت ﷺ کی خدمت

میں پیش کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا: "حاطب! تو نے یہ کیا حرکت کی؟" حاطب نے یوں عرض کیا:

"یارسول اللہ (ﷺ)! میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔ میں دین سے نہیں پھرا۔ میرے بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل وعیال کے بچاؤ کے لیے میں نے یہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں۔ تاکہ اس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کردیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بے تاب ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر اڑادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاطب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! تجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہے۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو معاف فرمادیا۔

آنحضرت ﷺ بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان ۸ھ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ کو آرہے تھے۔ وہ مقام جحفہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حسب ارشاد نبوی ﷺ انہوں نے اہل وعیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہوگئے۔ قدید میں قبائل کو جھنڈے دیئے گئے۔ اخیر پڑاؤ مرالظہران تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لیے انہوں نے

ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ اس تجسس میں ان کا گزر مرالظہر ان پر ہوا۔ ابوسفیان بولا یہ اس قدر جا بجا آگ کیسی ہے؟ یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔ بدیل خزاعی نے کہا: یہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ ان کی اس قدر آگ ہو۔ خیمہ نبوی ﷺ کی حفاظت پر جو دستہ متعین تھا انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ ابوسفیان لے ایمان لائے جب رسول اللہ ﷺ یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تا کہ افواج الٰہی کا نظارہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے ہو کر گزرنے لگیں۔ پہلے غفار پھر جہینہ، سعد بن ہذیل، سلیم، نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گزرے ان کے بعد ایک فوج آئی جس کی مثل دیکھنے میں نہیں آئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں۔ سردار انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ علم ہاتھ میں لیے ہوئے برابر سے گزرے تو ابوسفیان سے کہا:۔

آج گھمسان کے معرکہ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

بعد ازاں وہ مبارک دستہ آیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب (مہاجرین) تھے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ علمبردار تھے۔ حضور ﷺ برابر سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا: ''حضور ﷺ نے سنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے گزرے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عزت کی جائے گی اور غلاف چڑھایا جائے گا پھر حکم دیا کہ علم سعد سے لے کر ان کے صاحب زادے قیس کو دے دیا جائے۔

آنحضرت ﷺ مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے۔ اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ یا مسجد میں داخل ہو گا۔ یا

دروازے بند کر لے گا۔ اس کو امن دیا جائے گا۔ حصہ بالائی میں (خیف بنی کنانہ یعنی خصب میں) رسول اللہ ﷺ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد محصب کی حد یعنی حجون کی پہاڑی پر علم کھڑا کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پائین شہر کی طرف سے داخل ہوں اور صفا میں ہم سے آملیں اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ مگر صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو قریش کی ایک جماعت ساتھ لے کر جندمہ میں سدراہ ہوئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج پر تیر برسانے لگے۔ چنانچہ حضرت حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری نے شہادت پائی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجبور ہر کران پر حملہ کیا۔ وہ تیرہ یا زیادہ لاشیں چھوڑ کر گھروں کو بھاگ گئے اور بعض پہاڑی پر چڑھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلواروں کی چمک دیکھی۔ تو پوچھا کہ یہ جنگ کیسی ہے؟ عرض کیا گیا کہ شاید مشرکین نے پیش دستی کی ہے۔ جس کی وجہ سے خالد رضی اللہ عنہ کو لڑنا پڑا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے خالد سے باز پرس کی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ابتداء مشرکین کی طرف سے تھی۔ فرمایا: ''قضائے الٰہی بہتر ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے خیمہ میں ذرا آرام فرمایا۔ پھر غسل کیا اور ہتھیاروں سے سج کر ناقہ قصواء پر سوار ہوئے اور اپنے غلام کے لڑکے اسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے مہاجرین و انصار تھے جو اس کی طرح سراپا آہن پوش تھے کہ بجز سیاہ چشم ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آنحضرت ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی ناقہ پر طواف کیا۔ بیت اللہ کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جن کے سبب سے وہ خانہ خدا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ ﷺ ایک ایک بت کو ٹھوکر دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے:۔

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے۔ حق آ گیا۔''

اور باطل نہ پہلی بار پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔"

اور وہ منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ جب اس طرح بیت اللہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کنجی لے کر دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے مجسمے نظر پڑے۔ جن کے ہاتھوں میں جواء کھیلنے کے تیر دیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خدا ان کو غارت کرے۔ اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے
جواء نہیں کھیلا۔"

کعبہ کے اندر ہی لکڑیوں کی ایک کبوتری بنی ہوئی تھی جسے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے توڑ ڈالا اور تصویریں جو تھیں وہ مٹا دی گئیں۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور حضرت اسامہ و بلال و عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ اندر رہے آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور ہر طرف تکبیر کہی پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ مسجد حرام قریش کی صفوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دروازے کے بازوؤں کو پکڑ کر یہ خطبہ پڑھا:

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا،
اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام جماعتوں کو اس نے تنہا
شکست دی۔ آگاہ ہو جاؤ جو خصلت و عادت خواہ جانی ہو یا مالی
ہو جس کا دعویٰ کیا جا سکے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔
سب لغو اور باطل ہیں مگر بیت اللہ کی زبانی اور حاجیوں کو زم زم
کا پانی پلانا یہ خصلتیں حسب دستور برقرار رہیں گی۔ آگاہ ہو جاؤ
جو شخص خطاءً قتل کیا جائے، کوڑے سے یا لاٹھی سے اس کی دیت
(خون بہا) مغلظہ ہے سو اونٹ ہوں گے جس میں چالیس حاملہ
اونٹنیاں ہوں گی۔ اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی

نخوت اور غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا۔ سب
لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ اس کے بعد یہ آیت
تلاوت فرمائی اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا
اور تم کو شاخوں اور خاندانوں پر تقسیم کیا تاکہ آپس میں ایک
دوسرے کو پہچانو اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ
بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ خداترس ہو۔ بے شک اللہ
تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔"

خطبہ کے بعد آپ ﷺ قریش کی طرف متوجہ ہوئے جن سے مسجد بھری ہوئی تھی۔ اعلان دعوت سے اب تک ساڑھے سترہ سال میں قریش نے آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے اصحاب سے جو جو سلوک کیے تھے وہ سب ان کے پیش نظر تھے۔ اور خوف زدہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ آنحضرت ﷺ اب اس شہر میں ہیں جہاں سے نکلے تھے تو اندھیری رات اور فقط صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آج آپ ﷺ داخل ہوتے ہیں تو دس ہزار جاں نثار ساتھ ہیں اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بایں ہمہ آپ ﷺ نے یوں خطاب فرمایا:

"اے گروہ قریش! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع
رکھتے ہو؟"

وہ بولے: نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین نے فرمایا:۔

"آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ جاؤ تم آزاد ہو۔"

اعلان عفو کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے بیت اللہ شریف کی کنجی آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے ہر

ایک نے عرض کیا کہ کنجی ہمیں عنایت ہو۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عطا فرمائی۔

اس روز آنحضرت ﷺ دیر تک مسجد میں رونق افروز رہے نماز کا وقت آیا۔ تو آپ ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ ابوسفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید کو یہ عزت بخشی کہ اس نے یہ آواز نہ سنی ورنہ اسے رنج پہنچتا۔ حارث بولا۔ خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔ حضرت ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان کو میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس ہو کر نکلے۔ تو فرمایا۔ کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو گئیں تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث و عتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے:

> "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی اور کو نہ تھی ورنہ ہم کہہ دیتے کہ اس نے آپ کو بتا دیں۔"

مسجد سے آپ ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مردوں میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ ہند بھی تھی جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔

غزوۂ تبوک

(رجب المرجب ۹ ہجری)

تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور قاموس میں ہے کہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک خطۂ ارضی کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ کا نام ہے جو اس جگہ واقع ہے چونکہ اس سفر میں لشکر کی آخر مسافت اس چشمہ تک ہوئی تھی اس بنا پر اس کو اس نام سے موسوم و منسوب کیا گیا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں اس قصہ کے دوران مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"آخری حدود ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو"۔

بوک کے لغوی معنی "لکڑی وغیرہ سے اتنی گہری زمین کھودنا کہ پانی نمودار ہو جائے" کے ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس چشمہ پہ پہنچ کر اپنے پیالوں کو اس میں ڈال کر پانی کو ہلاتے ہیں تاکہ پانی نکل آئے اور فرمایا:

تَاَزلتُمْ بَتُوكُوْنَهَا فَسُمِّيَتْ تِلْكَ الْغَزَاةُ تَبُوكَ۔

"تم اترو گے اور پانی کو ہلا کر چشمہ سے نکالو گے اسی بنا پر اس غزوہ کا نام تبوک رکھا گیا"۔

صحاح میں اسی طرح مذکور ہے۔

اس غزوے کو غزوۂ فاضحہ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں منافقوں کی فضیحت و

رسوائی بہت زیادہ ہوئی تھی۔ غزوۂ عسرت اور جیش عسرت بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں لشکر والوں کو مشقت بھوک و پیاس محسوس ہوئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسافت طویل تھی اور ہوا بہت گرم، دشمن کا لشکر قوی تھا اور قحط سالی تھی۔ لشکر بہت زیادہ تھا اور زادِراہ اور سامان بہت کم تھا لشکر اسلام کی عسرت و تنگی کا یہ عالم تھا کہ فقرا صحابہ میں سے اٹھارہ اصحاب کے لئے ایک اونٹ سے زیادہ نہ تھا۔ جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور گرم خوردہ کھجوروں کا آٹا اور گھن لگے جوار اور بودار گھی سفر کا توشہ تھا۔ اور پانی تو انتہائی کمیاب تھا باوجود سواری کی قلت کے اونٹوں کو ذبح کرتے اور اس کی آنتوں اور رگوں کی تری سے ہونٹوں کی خشکی دور کرتے تھے درختوں کے پتے کھاتے تھے جس سے مسوڑے سوج گئے اور ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی مانند ہو گئے تھے۔ اغنیاء صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مدینہ سے باہر جانے میں باحکم طبع ناگواری محسوس کرتے تھے کیوں کہ میوؤں کے پکنے کا زمانہ تھا اور انہیں درختوں کے سایوں میں بیٹھنا اور پھلوں سے لطف اندوز ہونا طبعی طور پر مطلوب و مرغوب تھا۔

اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

"اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے خدا کی راہ میں کوچ کرو تو تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا۔"

اس طرح تن آسانوں اور فراغت طلب کرنے والوں پر طعن و تشنیع کا کوڑا رسید کیا۔ اس غزوہ کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہونے کی تاریخ بلا اختلاف روز پنجشنبہ ماہ رجب ۹ ہجری تھی۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ ان دنوں ایک قافلہ شام سے مدینہ طیبہ آیا اور انہوں نے خبر پہنچائی کہ شاہِ روم بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے اور قبائل کثیرہ مثلاً لخم، جذام، عاملہ اور غسان وغیرہ قبائل عرب میں سے جو نصرانی تھے ہرقل سے بڑے خوش ہیں اور وہ

سب دین نصاریٰ کے غلبہ کے لئے جمع ہو کر نکل آئے تھے اور وہ سب متفق ومجتمع ہو کر مدینہ کا ارادہ رکھتے تھے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ ان شہروں اور بستیوں کے نصرانیوں نے ہرقل سے یہ جھوٹ کہہ رکھا تھا کہ وہ ہستی مقدس جس نے دعویٰ نبوت کیا ہے دنیا سے کوچ کر چکی ہے اور یہ کہ ان کے اصحاب میں سخت قحط وتنگی پڑی ہوئی ہے اور ان کا مال ومتاع ضائع ہو چکا ہے اور ان کی مملکت کو بآسانی قبضہ میں لایا جا سکتا ہے اور اس پر ہرقل نے روم کے سرداروں میں سے قباد نامی شخص کو چالیس ہزار نامزد کر کے مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ خبر سید عالم ﷺ کو پہنچی اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہرقل اپنی نصرانیت پر قائم تھا اور اس وقت جبکہ سید عالم ﷺ نے اسے اپنا مکتوب گرامی بھیجا تھا اور اس نے مسلمانوں کے دین کی طرف رغبت کا اظہار کیا تھا کوئی اصلیت نہیں رکھتا۔ اگر ہوتو دنیا کی محبت، حکمرانی اور اس کی قوم نے اسے نہ چھوڑا کہ وہ ایمان لاتا اور دین اسلام کا تابع بنتا۔

جب حضور اکرم ﷺ نے شام کی طرف لشکر کشی کا مصمم ارادہ فرما لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبائل کی طرف لشکر جمع کرنے کے لئے بھیجا اور ہر اس شخص کو جو جس قبیلہ کی طرف منسوب تھا اسے اسی قبیلہ کی طرف لشکر اور ساز وسامان جمع کرنے کے لئے بھیجا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سپاہ کی تیاری اور فقراء ومساکین پر تصدیق وانفاق اور راہ خدا میں اعانت وجہاد کی ترغیب وتحریص فرمائی ہر شخص نے اپنی ہمت وطاقت اور حوصلہ وامکان کی حد تک لشکر کی تیاری میں امداد کی اور مال ومتاع خرچ کیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال واسباب اٹھا کر لے آئے اور جو کچھ تھا راہ خدا میں صرف کر دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جتنا بھی ان کی ملکیت میں تھا اس میں آدھا حصہ جدا کر کے لے آئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا ﷺ نے لشکر تبوک کی تیاری کا شوق دلایا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج تو میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا آج تو میرے پاس بہت مال ہے جس میں سے آدھے مال کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا

''اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے''

میں نے عرض کیا:

''اتنی ہی مقدار میں ان کے لئے چھوڑ دیا ہے''

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور جتنا کچھ مال ان کے پاس تھا سب لے آئے۔ ان سے بھی حضور اکرم ﷺ نے پوچھا:

''اپنے اہل وعیال کے لئے کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے؟''

انہوں نے کہا:۔

اِدَّخَرْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے''

اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَكُمَا مَا بَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا

تمہارے درمیان فرق مراتب اور تفاوت اتنا ہی ہے جتنا تمہاری ان دو باتوں کے درمیان پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کیا:

''میں آپ سے کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتا۔''

ایک اور حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک چاندنی رات میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! کوئی شخص ایسا ہے۔ جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی گنتی کے مساوی ہوں؟'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی مقدار میں ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا:

''تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کتنی ہوں گی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔''

اس غزوے میں انفاق فی سبیل اللہ میں شریک غالب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے اور مُجَہِّزُ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ۔ (جیش عسرت کا سامان مہیا کرنے والے) ان کے مدائح اور مناقب میں سے ہے، مروی ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ایک قافلہ مرتب فرما رہے تھے تاکہ تجارت کے لئے شام بھیجیں۔ انہوں نے یہ ارادہ ترک فرما دیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ دو سو اونٹ جن پر پالان، پوشش اور چادر وغیرہ پڑے ہوئے ہیں ہر طرح مکمل ہیں مع دو سو اوقیہ چاندی پیشِ خدمت ہیں۔ ان سے لشکر کی ضروریات مکمل فرمایئے۔''

ایک روایت میں ہے کہ تین سو اونٹ چہار بستہ مکمل اور ایک مثقال سونا لائے اور حضور اکرم ﷺ کے آگے ڈال دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ

''اے اللہ تعالیٰ عثمان (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہو جائے بلاشبہ میں تو ان سے راضی ہو گیا۔''

ارباب سیر کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں تیس ہزار کا لشکر اسلام تھا اس میں سے دو تہائی لشکر کا سامان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فراہم کیا تھا۔ اور مَنْ جَھَّزَ جَیْشَ

الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ (جو جیش عسرت کی تیاری میں سامان فراہم کرے اس کے لئے جنت ہے) کی بشارت سے مشرف ہوئے۔ نیز مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اے اللہ قیامت کے دن عثمان رضی اللہ عنہ سے حساب اٹھادے۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لائے جس وقت کہ جیش عسرت کی تیاری کی جارہی تھی انہوں نے وہ سب حضور ﷺ کے پہلو میں الٹ دیئے پھر میں نے دیکھا کہ رسول ﷺ ان دیناروں کو غور سے ملاحظہ فرما رہے تھے اور فرمایا:

"عثمان رضی اللہ عنہ آج کے بعد جو کرے انہیں نقصان نہ کریگا۔"

ایک روایت میں آیا ہے۔

غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ مَا اَسْرَرْتَ وَمَا اَعْلَنْتَ

"اللہ تعالیٰ نے اے عثمان رضی اللہ عنہ تمہیں بخش دیا وہ سب جو ظاہر تم سے ہوا اور جو چھپا کر تم سے ہو۔"

حضور اکرم ﷺ کا توجہ اور التفات سے ملاحظہ فرمانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر عیاں کرنے کے لئے تھا جو کچھ وہ لائے بہت لائے تاکہ وہ اس قبولیت سے خوشی و مسرت محسوس کریں۔ اسی طرح تمام اشراف و اغنیاء مہاجرین و انصار نے بے دریغ مال خرچ کرنے کی جانب ہاتھ کشادہ کیے بعض نبی عورتوں نے ہاتھ پاؤں کے زیورات اور گردن و کان کے آویزے اتار کر پیش کیے۔ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ چند وسق کھجور لے آئے اور ابو عقیل رضی اللہ عنہ انصاری ایک صاع کھجوریں لائے اور کہا آج رات میں نے صبح تک پانی کھینچنے کی مزدوری کی ہے جو مزدوری مجھے ملی اس میں سے ایک صاع اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لئے دے دیا اور ایک صاع حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا ہوں حضور اکرم ﷺ نے اس ایک صاع کھجوروں کو تمام اموال کے اوپر رکھا۔

منافقین نے تمسخر میں زبان کھولی تو اس پہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

"وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو جو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو وہ ان سے ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کو سزا دے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک صحابی جن کا نام عتبہ بن زید رضی اللہ عنہ تھا حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ)! میں مال و زر تو رکھتا نہیں کہ راہ خدا میں پیش کر سکوں البتہ اپنی عزت و آبرو کو لوگوں پر حلال کرتا ہوں وہ جس طرح چاہیں میرے ساتھ پیش آئیں ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جو خدمت چاہیں مجھ سے لیں اور جس طرح مدد چاہیں لیں انہیں معاف ہوگا۔" فرمایا "حق تعالیٰ نے تمہارے صدقہ کو قبول کر لیا"۔

حضور اکرم ﷺ نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا تا کہ وہ اپنی تیاری کریں اور فرمایا بہت سی نعلین (جوتیاں) ساتھ لو کیونکہ جوتیاں پہننا سواری کا حکم رکھتا ہے مروی ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے جن کے نام سیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہم پا پیادہ ہیں سواری نہیں رکھتے ہمارے لئے سواری کا انتظام فرما دیجئے تا کہ سوار ہو کر جہاد میں شریک ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے سواری کی قسم میں سے کچھ موجود نہیں پاتا اور نہ اس وقت اتنا صدقہ کا مال ہے جس سے تمہاری ضرورت پوری ہو سکے۔ اس پر یہ ضرورت منداصحاب مجلس مبارک سے غمگین ہو کر حسرت سے روتے ہوئے نکلے کیونکہ وہ ایسی کوئی چیز نہ پاسکے جو خرچ کر سکتے۔ اس جماعت کا نام "گروہ بکائین" ہوا۔ جیسا کہ آیہ کریمہ میں ہے۔

"اور ان پہ کوئی مواخذہ نہیں جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انہیں سواری عطا فرماؤ تم سے یہ جواب پا کر میرے پاس کوئی چیز نہیں

جس پر تمہیں سوار کروں اس پر یوں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں
سے آنسو ابلتے ہوں اس غم سے کہ خرچ کا مقدور نہ پایا۔"

یہ آیۂ کریمہ انہیں لوگوں کے حال کی خبر دیتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ حضور ﷺ کی صفات حمیدہ میں لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی "لا" یعنی "نہیں" نہ آیا لیکن بعض اوقات بحکم ضرورت اور باقتضاء مال، عذر بھی فرمایا ہوگا۔ اس کے باوجود علماء فرماتے ہیں کہ " لَا اُعْطِیْ وَلَا اَجِدُ " کے درمیان فرق ہے مروی ہے کہ ابن یامین بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے دو شخصوں کو ایک اونٹ دیا اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان میں سے دو شخصوں کو اونٹ دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے تین شخصوں کو اونٹ دیا۔ نیز مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ساتھیوں نے یعنی اشعریوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں ان کے لئے حضور ﷺ سے سواری حاصل کروں۔ میں حضور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں آیا اور عرض یا "یا نبی اللہ (ﷺ)! مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کی سواری مرحمت فرمائیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا "واللہ میں ان کی سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ اس پر میں حضور اکرم ﷺ کے منع فرمانے سے غمزدہ ہو کر لوٹا اور یہ بھی خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں حضور اکرم ﷺ میرے مانگنے پر دلگیر نہ ہوئے ہوں اور مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور جو کچھ حضور اکرم ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا تھا ان سے بیان کیا۔ پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے سنا کہ عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟ یہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے میں نے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ تمہیں بلاتے ہیں میں جب میں بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوا تو فرمایا لو یہ چھ اونٹ ہیں۔ اپنے ساتھیوں کے سوار ہونے کے لئے دیدو۔ حضور اکرم ﷺ نے ان اونٹوں کو حضرت سعد

رضی اللہ عنہا سے خرید فرمایا تھا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اونٹ اپنے ساتھیوں کو دیدیئے میں اپنی جگہ بے حد پشیمان اور شرمندہ تھا کہ میں نے اس کے لئے حضور اکرم ﷺ کو پریشان کیا حضور اکرم ﷺ نے عطا نہ فرمانے پر قسم یاد کی تھی میں نے عرض کیا'' یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے تو عطا نہ فرمانے پر قسم یاد کی تھی اب آپ ﷺ نے عطا فرما کر قسم کو توڑا ہے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا خدا نے تمہیں سوار کیا ہے اور اس کا مجھے حکم دیا ہے کہ میں جب کسی معاملہ میں قسم یاد کرلوں اور میں دیکھوں کہ قسم توڑنے میں بھلائی اور خیر ہے تو میں قسم کا کفارہ دیدوں''۔

چونکہ اس سفر میں محنت و مشقت اور سختیاں زیادہ تھیں منافقوں کی اس جماعت نے جن کو معذورین کہتے ہیں عذر ظاہر کیے تھے اور ایک جماعت نے بغیر عذر کے تخلف اختیار کیا اور بیٹھے رہے اور یہ دوسروں کو بھی ہوا کی سخت گرمی و مشقت وغیرہ سے خوف دلا کر روکتے رہے ان کا تذکرہ اور تفصیل سورۂ توبہ میں واقع ہوئی ہے۔ ان منافقوں میں ایک شخص جد بن قیس تھا اس نے آ کر کہا:

''یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے مدینہ میں رہنے کی اجازت دیجئے۔''

اور نا معقول عذر پیش کیا کہ میں عورتوں کا دلدادہ ہوں جب میں بنی الاصفر کی عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا اور میں فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے اجازت دی اور اپنا رخ انور اس کی طرف سے پھیر لیا اور یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

''ان میں سے کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے سن لو وہ فتنہ میں ہی پڑے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔''

منافقوں کا ایک گروہ طمع غنیمت اور دنیاوی مال کی لالچ میں ہمراہ ہوا اور ان کی

روانگی اور واپسی کے دوران حرکات شنیعہ اور کلمات ناپسندیدہ وجود میں آئے جب لشکر اسلام مرتب ہو گیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ مدینہ طیبہ کے باہر "ثنیۃ الوداع" میں جمع ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کے امیر ہوئے۔

عبداللہ بن سلول منافق اپنے حلیفوں اور ساتھیوں کے ساتھ لشکر سے باہر نکلا اور ذباب کے مقابل (جو ایک جگہ کا نام ہے) علیحدہ ہو کر اس نے پڑاؤ کیا اور کہنے لگا کہ "محمد" بنی الاصفر سے جنگ کرنے جارہے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ کرنا آسان ہے۔ خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے ساتھی واصحاب، پابند طوق وسلاسل ہیں اور اطراف واکناف عالم میں متفرق ہو گئے ہیں جب ان منافقوں کے لوٹنے کی خبر حضور اکرم ﷺ کے سمع ہمایوں میں پہنچی تو فرمایا اگر اس میں کچھ ہوتا تو وہ ہم سے پیچھے نہ رہ جاتا اور فرمایا خدا کا شکر کرو کہ شریروں کے شر سے نجات پا گئے۔

بخاری ومسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے تشریف لے جانے کا عزم فرمایا تو حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو اپنے اہل میں خلیفہ کے بنایا اس پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ)! میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا ہوں کیا وجہ ہے کہ اس مرتبہ حضور اکرم ﷺ مجھے چھوڑے جارہے ہیں اور عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں؟" فرمایا "اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ تمہاری بمنزلہ ہارون کے جو موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے مجھے نسبت ہو لیکن فرق یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کسی کو نبوت نہ ہو گی چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے میقات جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم پر خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي

"اور جب کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میری قوم میں خلیفہ ہو۔"

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے اور "ثنیۃ الوداع" میں علم اور جھنڈوں کی ترتیب میں مشغول ہوئے اور بڑا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اسی طرح انصار کے ہر قبیلہ سے فرمایا کہ اپنا اپنا علم تیار کریں اور حضرت عمارہ ابن حزم رضی اللہ عنہ ایک انصاری شخص تھے حضورِ اکرم ﷺ نے پہلے انہیں علم عطا فرمایا اس کے بعد ان سے لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما دیا حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! غالباً حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا "نہیں۔ خدا کی قسم لیکن قرآن والے کا حق مقدم ہے۔ کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ قرآن کو سینہ میں لئے ہوئے ہیں اور قرآن ہی انسان کو مقدم کرنے والا ہے اگرچہ گوش بریدہ سیاہ فام غلام ہو۔"

جب اس مقام میں لشکر کا شمار کیا گیا تو ایک قول کے بموجب تیس ہزار کی تعداد شمار میں آئی جیسا کہ مذکور ہوا اور بعض نے ستر ہزار کہا ہے اور یہ بہت زیادہ مشہور روایت ہے اور ایک گروہ تو ایک لاکھ بتاتا ہے اور ایک روایت میں چالیس ہزار ہے اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے سوار اور بارہ ہزار اونٹ سوار تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقدمہ پر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ پر، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کو میسرہ پر مقرر فرمایا۔ اور جب ثنیۃ الوداع سے لشکر نے کوچ کیا تو اس منزل میں بھی منافقوں کی ایک جماعت نے اختلاف کیا جب لشکر اسلام یہاں سے موضع جرف میں پہنچا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق اپنے حلیفوں اور فرمانبرداروں کے ساتھ نکل آیا۔ اور لشکر اسلام قطع منازل اور طے مراحل کے بعد تبوک میں پہنچا تو وہاں دو ماہ ایک روایت میں ہے بارہ دن ایک روایت میں ہے بیس دن ٹھہرا رہا تاکہ شب و روز مسافت کی کوفت سے آسودہ ہو جائیں۔

قیصر روم اور لشکر نصاریٰ نے مسلمانوں کے شوکت کی خبر سنی اور مسلمانوں کے دین کی عزت اور سید عالم ﷺ کی قوت اعجاز کا تصور کیا تو ان کے دلوں ایک خوف اور رعب

طاری ہو گیا۔ اور ان کی طرف سے کوئی حرکت اور کوچ کرنا وجود میں نہ آیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ہرقل شاہ روم نے جب سنا کہ رسول خدا ﷺ نے حدود شام میں پہنچ کر تبوک میں توقف و امامت فرمائی ہے تو بنی غسان کے ایک شخص کو، مقرر کیا کہ وہ لشکر اسلام میں جائے اور صورت و سیرت کے صفات، عادات اور حضور ﷺ کی علامات و خصائل و شمائل اور اوضاع و اطوار جیسا کہ کتب سابقہ میں مذکور ہیں معلوم کرے۔ وہ شخص ہرقل کے حکم کے بموجب تبوک آیا اور مکمل تحقیق و تفتیش کر کے ہرقل کو خبر دی اس پر ہرقل نے اعیان ممالک اور دیارِ روم کے تمام اشراف کو جمع کر کے نصرانیت کے ترک اور قبول دین اسلام پر ترغیب و تحریص دی۔ لوگ قیصر کی بات سن کر غصہ میں آ گئے اور اس غصہ نے ہنگامہ کی صورت اختیار کر لی یہاں تک کہ قیصر کو اپنی حکومت کے زوال کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اس سے باز آیا اس قسم کی ایک حکایت رسل و مکاتیب کے ارسال کے باب میں اس مکتوب گرامی کے ضمن میں جو ہرقل کو بھیجا گیا تھا واقع ہوئی تھی اب یہاں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ اس نے اپنے لشکر کو دین اسلام کی طرف بلایا تھا لیکن چونکہ انہوں نے اس سے انکار کیا تھا اس لئے وہ اس قصد سے باز آ گیا۔

مواہب میں، صحیح بن حبان سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس غزوے میں بھی ایک مکتوب گرامی ہرقل کے نام بھیجا اور اسے اسلام کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لے مگر نہ کر سکا مسند امام احمد میں مروی ہے کہ ہرقل نے لکھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا ''جھوٹ کہتا ہے وہ دشمن خدا اپنی نصرانیت پر قائم و باقی ہے''۔ واللہ اعلم بحقیقتہ الحال علی وجہ الکمال۔

القصہ حضور اکرم ﷺ نے ولایت شام جانے اور وہاں سے سربراہوں اور حاکموں کے ساتھ بات کرنے کے بارے میں اعیان انصار و مہاجرین سے مشورہ فرمایا اور ان صحابہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضور ﷺ کا یہ مشورہ فرمانا بحکم الٰہی

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے تحت تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! اگر حضور ﷺ تشریف لے جانے پر مامور ہیں تو تمام آپ ﷺ کے ملازم رکابِ فلک فرسا ہوں گے اور جہاں آپ ﷺ توجہ فرمائیں گے اور قدوم اجلال فرمائیں گے۔ ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میں خدا کی جانب سے مامور ہوں تو تم سب سے کیوں مشورہ کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! شاہِ روم کا لشکر بہت بڑا اور بہت زیادہ ہے اور لشکر اسلام کی حالت سے حضور ﷺ باخبر ہیں اور قیصر روم اپنے کئے پر شرمندہ و پشیمان بھی ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کی ہیبت و شوکت کا غلغلہ ان شہروں میں خوب پھیل چکا ہے آپ ﷺ کا خوف و رعب ان رومیوں کے دلوں پر غالب آ چکا ہے اگر امسال لوٹ کر دوسرے سال قصد فرمائیں تو انسب و اولیٰ ہو گا۔ اور حکم حضور ﷺ ہی کا بلند و برتر ہے۔ چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے درست و صواب تھی حضور اکرم ﷺ نے عنان مراجعت، بجانب مستقرِ عزت و کرامت منعطف فرمائی منقول ہے کہ منزل تبوک کے قیام کے زمانہ میں بحیر بن رویہ جو ایلہ کا بادشاہ تھا بارگاہِ سید عالم ﷺ میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا باہمی مصالحت واقع ہوئی اور اسے ایک عہد نامہ میں لکھا گیا۔

تبوک کے سفر کے فوائد و حکمتوں میں سے یہ تھا کہ فقراء صحابہ کی دستگیری و اعانت عمل میں آئی اور اغنیاء صحابہ کے لئے حصول ثواب اور توفیق انفاق کا موقع ہاتھ آیا اور منافقین کے ضمائر و بواطن کا ظہور ہوا جن کی وجہ سے آیات قرآنیہ کا نزول ہوا اور جوز جر و توبیخ اور تشدد کے موجب بنے اور مسلمانوں کی عزت کا حصول اور لشکر اسلام کی جلالت و شوکت اور اس کے دبدبہ کا ایسا ظہور ہوا کہ وہ بادشاہ جو قیصر روم تھا اور وہ دیگر سلاطین جو اطراف و اکناف میں حکمران تھے ان سب کے دلوں میں رعب و خوف طاری ہو گیا اور یہ بات کہ حضور ﷺ بنفس نفیس ان کے اوپر حملہ آور نہ ہوئے اور ان سے مقابلہ و محاربہ کرنے سے اعراض فرمایا اس میں بھی حضور ﷺ ہی کی نزاہت و عزت تھی کیوں کہ اس طرح حضور ﷺ

کی ذات مبارک ٹھہرانیوں سے کے مساوی و برابر ٹھہرتی اور عام لوگوں کے دلوں میں مساوات و ہمسری اور برابری ظاہر ہوتی یا اس احتمال سے مقابلہ نہ کیا کہ عالم اسباب کی نظر میں ظاہر غلبہ حضور ﷺ کی بدولت ارپاتا۔ اگرچہ حکم الٰہی

اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔

"بیشک یہی مسلمان ہیں جن کی مدد کی گئی ہے اور بیشک ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے"

پر نظر ہو۔ اور مسلمانوں کا غلبہ اپنے وقت میں حضور ﷺ کی بدولت موعود و مشہور ہے اور ممکن ہے کہ حکمت الٰہی یہی ہو کہ آپ حق تعالیٰ کی جانب سے محاربہ قتال کے لئے مامور نہ ہوئے ہوں اور معاملہ مشورہ، رائے اور اجتہاد تک ہی موقوف رہے۔ (واللہ علیم وحکیم)

اس سفر کے لئے مدینہ طیبہ سے نکلنے، مقام تبوک میں پہنچنے اور وہاں اقامت فرمانے پھر وہاں سے لوٹتے وقت مدینہ طیبہ واپس آنے تک جو معجزات وعلامات نبوت اور قضایا و وقائع ظہور پذیر ہوئے وہ بھی اس سفر کے فوائد و نتائج اور مفید فیض فضل و کمال ہے جیسا کہ کتب سیر میں مذکور و مسطور ہے۔ فقراء صحابہ میں سے ایک کی حکایت بیان کی جاتی ہے آپ کے احباب میں سے ایک شخص عبداللہ رضی اللہ عنہ ذوالنجادین نامی اس سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ تبوک میں انہوں نے وفات پائی ان کا تذکرہ نہایت ذوق افزا ہے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مزینہ قبیلہ کے باشندوں میں سے تھے اور وہ اپنے والد سے یتیم ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور ان کے چچا ان کی کفالت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور ان کے پاس کئی اونٹ و بکریاں اور غلام پیدا ہوئے۔ ان کے دل میں اسلام کی محبت مرکوز تھی اور ہمیشہ چاہتے تھے اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں۔ لیکن اپنے چچا کے خوف سے ایمان نہ لا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا کہ رسول خدا ﷺ فتح مکہ

سے واپس آ گئے اس وقت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا سے کہا:

"اے چچا! میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد ﷺ کی متابعت کا شوق اور جذبہ نہیں پایا۔ اب میں مزید اپنی عمر کا بھروسہ نہیں رکھتا مجھے اجازت دے کہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں؟ ان کے چچا نے کہا خدا کی قسم! اگر تو ایمان لے آیا اور محمد ﷺ کی متابعت کی تو جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا ہے سب چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ تمہارے جسم پر جو کپڑے ہیں انہیں بھی اتار لوں گا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں مسلمان ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی کو چھوڑتا ہوں اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب ہے تو سب لے لیں میں اس سے دست کش ہوتا ہوں آخری وقت میں تو ہر چیز یوں بھی چھوڑنی ہو گی میں اس کی خاطر دین حق سے باز نہیں آ سکتا۔"

یہ کہہ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور کپڑے اتار کے اپنی والدہ کے پاس گئے ان کی ماں نے جب یہ حال دیکھا تو کیفیت پوچھی انہوں نے فرمایا:

"میں بت پرستی اور دنیا طلبی سے بیزار ہوں میری تمنا ہے کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مومن و موحد ہو جاؤں۔"

مجھے کچھ کپڑا دو جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں ماں نے انہیں چادر دی انہوں نے اس کے دو حصے کیے ایک حصہ کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی۔ اس سبب سے ان کا لقب "ذوالبجادین" ہوا۔ بجاد کے معنی گلیم درشت (موٹی چادر) کے ہیں۔ اس کے بعد وہ بارگاہ بیکس پناہ ﷺ کی طرف چل دیے۔

سحر کے وقت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجد نبوی شریف میں ٹھہرے جب حضور

اکرم ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لائے اور حضور ﷺ کی نظر مبارک ان پر پڑی تو فرمایا:

''تم کون ہو؟''

انہوں نے کہا:

''میں فقیر و مسافر آپ ﷺ کا عاشق جمال ہوں میرا نام عبد اللہ العزیٰ رضی اللہ عنہا ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا نام عبد اللہ اور تمہارا لقب ذو البجادین ہے ہمارے کاشانہ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہو۔''

اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کے درمیان جہاں حضور اکرم ﷺ کے مہمان رہا کرتے تھے رہنے لگے۔ اور حضور اکرم ﷺ سے قرآن کریم یاد کیا کرتے تھے اس زمانہ میں اصحابہ لشکر تبوک کی تیاریوں میں مشغول تھے اور وہ مسجد شریف میں ذوق و شوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے ہیں ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز و قراءت میں مزاحم ہوتی ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے عمر رضی اللہ عنہ! ان کو اپنے حال میں چھوڑ دو۔ اس لئے کہ وہ نکلا ہوا اور خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب حال سے جو کچھ صادر ہو وہ ادب اور رازداری کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ غایت ادب میں بعض صحابہ معذور ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت ہمیشہ باقی ہے اور اس قول کے رو میں ہے کہ ''لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ'' اور ہجرت مکہ

سے مدینہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ حقیقتاً ہر وہ شخص مہاجر ہے جو اس چیز سے ہجرت کرے جس کی مخالفت حق تعالیٰ نے فرمائی ہے اس کے بعد جب لشکر اسلام روانہ ہونے لگا تو وہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کسی درخت کی چھال لاؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کیکر کے درخت کی چھال لائے حضور ﷺ نے ا ان کے بازو پر باندھ کر فرمایا:

"اے خدا میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں۔"

انہوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! میرا مقصود تو شہادت ہے۔"

فرمایا:

"جب تم راہ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے اور تمہیں بخار آ جائے اور اس بخار سے تم دنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گے۔"

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے اس مقام میں انہیں بخار آیا اور وفات پائی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث مزنی فرماتے ہیں کہ رات کا وقت تھا جبکہ انہیں دفن کے لئے لے گئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن، ایک چراغ ہاتھ میں لئے ہیں اور سید عالم ﷺ ان کی قبر کے اندر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ان کو قبر میں اتار رہے ہیں اور حضور ﷺ فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو عزت کے ساتھ لاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا مانگی:

"اے خدا یہ میری خدمت میں دن رات رہا ہے، میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کاش کہ میں اس صاحب لحد کی جگہ ہوتا۔

سلسلہ واقعات میں سے ایک واقعہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر حاکم دومتہ الجندل کی جانب بھیجنا ہے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے تبوک سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو سواروں پر امیر بنا کے اکیدر بن عبدالملک نصرانی کی سرکوبی کے لئے بھیجا جو بڑا ملک تھا اور دومتہ کا حاکم تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! مجھے بنی کلاب کے ملک میں بھیج رہے ہیں اور تھوڑی سی جماعت میرے ساتھ کر رہے ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے اپنے زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ تم اسے پہاڑوں اور جنگلوں میں شکار کھیلتا پاؤ گے اور جنگ کی زحمت اٹھائے بغیر وہ تمہارے قابو آجائے گا۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بموجب فرمان عالی شان روانہ ہوئے یہاں تک کہ دومتہ الجندل کے قلعہ کے قریب پہنچ گئے اکیدر قلعہ میں تھا چاندنی رات انتہائی روشن تھی اور اکیدر بام خانہ پر اپنی بیوی کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا اچانک ایک پہاڑی گائے آئی اور قلعہ دیوار سے سر مارنے لگی اس کی بیوی نے اوپر سے دیکھا اور شوہر سے کہا کبھی اتنی روشن رات دیکھی ہے اور کبھی ایسا شکار ہاتھ میں آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اکیدر چونکہ پہاڑی گائے کے شکار کا شوقین تھا۔ بام سے اترا اور گھوڑے پر سوار ہوا اس کا بھائی حسان بھی دیگر چند خادموں کے ساتھ سوار ہوا اور یہ سب شکار کی تلاش میں نکل آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ رہے تھے۔ گائے نے تو راہ فرار اختیار کی اور اکیدر اس کے تعاقب میں چلا اور خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شکار بن گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اسے گرفتار کر لیا اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کی ٹھانی بالآخر مارا گیا اور اس کے غلام و خدام بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور اکیدر پنجہ تقدیر میں اسیر ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرما دیا تھا کہ جب اکیدر تمہارے ہاتھ آجائے تو اسے زندہ میرے پاس لے

آنا اگر وہ سرکشی کرے اور نہ آئے تو قتل کر دینا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر سے فرمایا اگر تو چاہے تو تجھے جان کی امان دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں بشرطیکہ قلعہ کی کنجیاں میرے حوالے کر دے اور قلعہ کو ہمارے لیے کھول دے۔ اکیدر نے مان لیا۔ اکیدر کا ایک اور بھائی تھا جس کا نام مصاد تھا۔ جو قلعہ کی حفاظت پر مقرر تھا اس نے پہلے تو قلعہ کو کھولنے میں رکاوٹ کی بالآخر خود ہی دروازہ کھول دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر کے ساتھ دو ہزار اونٹ اور چھ سو بردے ایک روایت میں ہے آٹھ سو گھوڑے اور چار سو زرہ اور چار ہزار نیزوں کے دینے پر صلح کی۔ اور تسلیم کیا کہ قلعہ کی حکومت حسب سابق تیرے حوالہ رہے گی۔ اکیدر اور اس کا بھائی مصاد دونوں خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تا کہ حضور ﷺ کی رائے عالی کا اقتضاء جو بھی ان کے بارے میں ہونافذ ہو۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں دومۃ الجندل کی فتح اور اکیدر کے پکڑے جانے اور اس کے بھائی حسان کے مارے جانے کی خبر پہنچائے اور زربفت کی چادر کو جو حسان کے سلب میں تھی۔ نشان کے طور پر ان کے ہمراہ بھیجی۔ جب عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آئے تو بعض لوگ اس زربفت کی چادر کو ہاتھوں سے مل کر اس کی خوبی و نرمی پر تعجب کرنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کا وہ رومال جو جنت میں ان کے پاس ہے اس سے زیادہ نرم و بہتر ہے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اکیدر اور مصاد کے خون سے درگزر فرمایا اور ان پر جزیہ قائم کر دیا اور ان کے لیے امان نامہ تحریر فرما دیا بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آئے تو اسلام لے آئے۔

کتابیات

☆ بخاری شریف

☆ صحیح مسلم شریف

☆ ترمذی شریف

☆ خصائص الکبریٰ

☆ دلائل النبوۃ

☆ مسند عبدالرزاق

☆ موطا امام مالک

☆ الطبقات الکبریٰ

☆ سیرۃ النبی ﷺ .... ابن ہشام

☆ سیرتِ نبوی ﷺ .... شبلی نعمانی

☆ اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ .... حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی

☆ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ .... مولانا نور بخش توکلی

☆ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ .... علامہ عبدالمصطفیٰ

☆ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ .... مولانا محمد ادریس کاندھلوی

☆ تاریخ اسلام .... اکبر شاہ نجیب آبادی